مارٹن لوتھر

مُصنّفہ

پادری سوہن لال بی اے

و

فیروز خاں تارڑ

پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور

۱۹۵۲ء

بار دوم | تعداد ۱۰۰۰ | قیمت ۳ر

پی - آر - بی پریس لاہور میں
باہتمام
پادری - آر - گرین (پرنٹر پبلشر)
سیکرٹری
پنجاب ریلیجس بک سوسائٹی انار کلی لاہور
چھپ کر شائع ہوئی

فہرست مضامین

باب اوّل

مارٹن لُوتھر کی سوانح حیات

مارٹن لُوتھر جو نہ صرف اپنے زمانہ بلکہ زمانۂ مابعد کا روشن ترین ستارہ ہُوا اور جس کی اصلاحات کی تابانی اور درخشانی نے سارے عالم کی نگاہوں کو خیرہ کر دیا ۱۰۔ نومبر ۱۴۸۳ء میں سرزمین جرمنی کے ایسبن نامی ایک خطہ میں پیدا ہوُا۔ اگرچہ اس کی پیدائش ایک معمُولی حیثیت کے گھرانے میں ہوُئی۔ لیکن اُس کی تعلیمات ہر کس و ناکس کے دل و دماغ میں اپنا گھر کر گئیں اور اُس کی فطری عقیدت مندی نے مسیحیت کے زرِ خالص کو کندن و پارس کر دیا۔ جس قدر وہ خاندانی لحاظ سے معمُولی حیثیت کا تھا۔ اُسی قدر اُس کا آفتابِ صداقت آسمانِ شہرت پر چمکا اور وہ زمین جو ایک عالم سے موت کی وادی اور گوناگوں تاریکیوں کا مرکز بنی ہوئی تھی آنِ واحد میں اُس کی نُورانی شعاعوں سے جگمگا اُٹھی۔

اُس کے والدین نہایت سادہ اور پرہیزگار تھے۔ یہ اُن کی سادگی اور پاکیزگی کی وجہ تھی کہ خُدا نے اُنہیں ایک ایسا ہونہار بیٹا عطا کیا جس نے نہ صرف مسیحیّت بلکہ ماں باپ کی شہرت کو چار چاند لگائے۔ انتظام قدرت دیکھئے کہ اُس نے اُس کے لئے نام بھی ایسا منتخب کیا جو اُس کے مُصلحِ اعظم ہونے کے

مترادف ہے۔ چونکہ اُس کی پیدائش مارٹن آف ٹورز کی یادگار کے دن پر ہوئی
اِس لیئے اُس کا نام مارٹن رکھا گیا۔ جس کے معانی جنگجو یا خُدا کے سپہ سالار
کے ہیں۔ جو فی الحقیقت عوام و خواص کے دلوں پر حکومت کرنے والا ٹھہرا۔
ایک روایت کے مطابق جان ہس نے ہونہار بروا کے چکنے چکنے پات دیکھ کر ایک
پیشین گوئی کی "کہ مارٹن آج تو تُم ایک مُرغابی کباب کر رہے ہو۔ لیکن
ایک صدی کے بعد ایک ایسا راج ہنس پیدا کرو گے جس کو نہ آنچ دینے کی
ضرورت ہوگی اور نہ کباب کرنے کی اور لوگ اُسے مسیحیت کا پیارا اور دلکش
راگ الاپتے سُنیں گے اور وہ خُدا کے حکم سے ہمیشہ زندہ رہیگا۔

ماں باپ نے اُس کی پرورش بڑے ناز و نعم سے کی۔ اور اُس کے
ہر پیمانۂ خواہش کو لوازماتِ زندگی سے لبریز کیا۔ والدین نے جس قدر اُس کی
پرورش میں محنت و کوشش کی۔ اُس سے کئی گُنا زیادہ غور و پرداخت اُس
کی ذہنی اور عقلی تربیت میں کی۔ حتےٰ کہ یہ شہزادۂ اصلاحیات جسمانی روحانی
اور عقلی تربیتیں حاصل کرتا ہُوا جوانی کے عالم میں قدم انداز ہُوا۔ وہ
خود ایک جگہ رقم طراز ہے۔ کہ "میں ایک زمیندار زادہ ہُوں۔ اور مجھے یہ
اعزاز ترکہ میں ملا ہے۔ کیونکہ میں چند پُشت سے زمیندار چلا آتا ہُوں جس پر
مجھے ہمیشہ ناز ہے"۔

مارٹن کی پیدائش قدرتی طور پر اُس کے قائدِ اعظم ہونے پر دلالت کرتی
ہے۔ کیونکہ اُس کی پیدائش عین اُنہی ایام میں ظہور پذیر ہُوئی جب کہ کولمبس
نئی دُنیا کو معلوم کرنے میں سرگرداں تھا۔ تاریخی طور پر یہ علامات بھی ایک جامع
معنّویت لئے ہُوئے ہیں کہ جب کبھی بھی کسی نے دُنیا کے کسی نامعلوم حصّے کو
معلوم کیا ہے۔ عین اُسی وقت ہی دَورِ مسیحیت میں ایک گوناں اور طرفہ

تغیّر در پیش رہا ہے۔ جس کا پیش خیمہ کو تھبس کی محنت اور کوشش ایک بیّن ثبوت ہیں۔ ماں باپ نے اُس کی عقلی اور اخلاقی تربیت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کیا۔ اور ہر ممکن طریقہ سے اُس کی تادیب کی جو کہ اُس کے اعمالِ وافعالِ مابعد سے وقتاً فوقتاً پردۂ وجود پر نمودار ہوتے رہے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے حرکات وافعال اور معمولی عقلی اور ذہنی خلاف ورزیوں پر اُسے سخت سے سخت سزائیں دی جاتی تھیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ وہ نبض شناسِ مسیحیت ایک قلیل عرصہ میں ایک اعلےٰ درجہ کا اصلاح کنندہ ثابت ہؤا۔ جس طرح پابندیوں کی زندگی لُوتھر کی گھر پر تھی۔ بعینہٖ اس کا حال سکول میں تھا۔ اُس کے اساتذہ ہمیشہ اُس کی عادات وخصائل اور علمی غلط فہمیوں کو سنوارنے اور دُور کرنے میں کوشاں رہتے۔ بعض اوقات تو ایک ایک پہر میں پندرہ پندرہ مرتبہ اُسے ناروا حرکات وافکار سے روکا جاتا۔ اور سخت سے سخت ردّو قدح اور افہام وتفہیم کے بعد راہِ راست پر لایا جاتا۔ جس کا نتیجہ خود لُوتھر کی زندگی ہے۔ اب وہ محلِ عقائد جس کا سنگِ بُنیاد خود اُس کے مہذّب اور پاک دِل والدین نے رکھا تھا۔ لُوتھر نے اُس کی تعمیر بتدریج کرنی شروع کر دی۔ اُس کی وہ تربیت جو اُس کے اوائل عُمر میں ہوئی اور جو کسی حد تک اُس کی طبیعتِ ثانیہ بن گئی تھی۔ اب لُوتھر نے اُسے اپنی قدرت اور طاقت کے طفیل جوانی کے صاف ستھرے میدانِ عمل میں لانے کی ٹھانی۔ چُونکہ اُس کی پیدائش ایک ایسے حلقہ میں ظہور پذیر ہوئی جو دینیاتِ مسیحیات کے راہِ راست پر چلنے والا تھا۔ اس لئے ایک تو قدرتی دُوسرے ماحول کے اثر و قوّت نے اُس کے مزاجِ عقلی کی تکوین کی اور وہ ہر وقت مسیحیت کے نشہ میں مخمور رہتا اور ہمیشہ اسی بات میں کوشاں رہتا کہ

وہ کاملیت کے کسی شعبہ میں پیچھے نہ رہ جائے جو انسانی کاملیت کے ضروری ارکان ہیں۔ وہ ہمیشہ اس کہاوت پر سوچا کرتا تھا کہ مرد کو لازم ہے کہ جوانی ہی کے عالم میں خدا کے جوئے میں جُتنا چاہیئے۔ اس کے بعد مارٹن کو ایک نزدیک کے سکول میں جس کا نام پیل مینگڈی تھا بھیجا گیا خصوصیت کے ساتھ مارٹن نے اس کہاوت کو یہاں آ کر محسوس کیا۔ کامیابی رواجات اور رسومات کے لحاظ سے مارٹن ہمیشہ دینیات اور مذہبیات میں نمایاں حصّہ لیتا رہا۔ اس لئے جب وہ جادۂ صدق کا غازی سکول میں پہنچا تو یہاں پر بھی اُس نے بدستور اپنے فطری ذوق و شوق کو برقرار رکھا اور اب وہ وقت آ گیا کہ اُس نے اپنے دل اور اپنی زندگی کے ساتھ فیصلہ کر کر دیا کہ وہ ابھی سے ہی خدا کے جوئے میں جُت جائے۔ ایک دن اُسے مجمعٔ عام میں گانے کی فرمائش ہوئی۔ مارٹن جو پہلے ہی اِنہی مواقع کا منتظر رہتا تھا اُس نے بڑی میٹھی اور دلکش آواز میں ایک مذہبی اور رُوحانی گیت شروع کر دیا۔ سب سُننے والے اس کی جرأت اور دلچسپی کو دیکھ کر بڑے حیران ہوئے۔ نہ صرف وہ حیران ہوئے بلکہ اُن پر ایک عجیب کیفیت طاری ہو گئی۔ حتیٰ کہ کوٹا نامی بیوہ کے دل پر اتنا گہرا اثر ہوا کہ اُس نے اُس کی ہر جائز سے جائز اور زیادہ سے زیادہ مدد کرنے کا وعدہ کیا۔

ابتدائی مدارج کے امتحانات پاس کر لینے کے بعد ۱۵۰۱ء میں وہ حقیقت کا پرستار ایلزورٹ کی یونیورسٹی میں داخل ہوا۔ اب چونکہ لوتھر خوش فہم صاحب ادراک اور بالغ سن ہو گیا تھا۔ اس لئے اُس کے فطری احساسات و جذبات قانون آموزی کی جانب بڑے زور اور قوت سے منتقل ہوئے لیکن ایک سال کے قلیل عرصہ کے بعد خارجی مؤثرات نے اُس پر ایسا گہرا اثر کیا کہ اُس کی اندرونی دلچسپیاں

اِس قدر شعلہ زن ہوئیں کہ ہمہ تن وجدانیات اور الٰہیات میں مصروفِ عمل ہُوا۔ اور اِس اصُول کی بناء پر ۱۸۵۵ء میں اگسٹنینوں کی استبداد پسند جماعت میں جس کا مرکز وارفرٹ تھا شامل ہُوا لیکن اس کی یہ شمولیت کسی دُنیوی غرض پر مبنی نہ تھی بلکہ اُسی مقصدِ وحید کی غرض سے کہ وُہ کسی طرح مسیحیّت کے کامل اور پُورے قدر کا صحیح صحیح اندازہ کر سکے۔ جب اُس کے والدِ بزرگوار کو اِس بات کا پتہ چلا تو سینے پر سانپ لوٹ گیا۔ باپ نے لاکھ سمجھایا لیکن یہ محبوبِ فطرت اپنی ضِد سے باز نہ آیا۔ اور بدستور اُسی راہ پر گامزن رہا جو قدرت نے اُس کی پیدائش سے پیشتر ہی اُس کے لِئے بنا رکھی تھی تا کہ وُہ اس پوشیدہ بھید کو جو اَب تک اِنسان کی آنکھوں سے اوجھل تھا کسی نہ کسی طرح معلوم کرے کہ انسان کس طرح اپنے خود کردہ گُناہوں کی معافی رَبّ العالمین سے براہِ راست انفرادی اور شخصی طور پر حاصل کر سکتا ہے۔ اُس کے اسی مسئلہ اعظم نے اُس کو زندگی میں ایک منٹ بھی چین اور آرام سے نہ گزارنے دِیا۔ اور وُہ شب و روز اسی دُھن میں لگا رہا اور متواتر واقعات و حادثات کی پُرخار وادیوں میں سے گُزرتا رہا۔

بیس سال کی عمر میں اُس نے وارفرٹ کی یُونیورسٹی میں بی اے کر لیا۔ وہ جلیل القدر فطرت شناس ہستیاں جن کو قدرت ہی نے کِسی خاص مقصد کے لِئے پَیدا کِیا ہوتا ہے اُن کے لئے کچھ اسباب و علل بھی ایسے ہی پَیدا کر دیتی ہے جو کہ وقتاً فوقتاً اُن کی فطری وراثت میں اضافہ کر سکیں۔ چُونکہ لُوتھر کو بچپن ہی سے تحصیل علم کا شوق تھا اِس لِئے وہ ہمیشہ لائبریریوں میں علمی استفادہ کی غرض سے جایا کرتا تھا۔ چُنانچہ ایک دن کا واقعہ ہے کہ اچانک اُس کی نظر ایک ایسی کتاب پر پڑی جو لاطینی کی بائیبل تھی۔ کتاب کو دیکھتے ہی اُس کا دِل باغ باغ ہو گیا۔ خوشی سے آنکھوں میں آنسو بھر گئے اور دونوں جہان کے نقشے آنکھوں

کے ذریعے دِل میں اُتر گئے۔ کبھی کتاب کو دیکھتا کبھی اپنے آپ پر نظر دوڑاتا کبھی کتاب کو سینہ سے لگاتا کبھی اُسے چُومتا۔ جب یہ کیفیت ایک عالم تک اُس پر طاری رہی تو طبیعت میں کچھ چین ہُوا تو بارگاہِ الٰہی میں دست بدعا ہُوا کہ "اے خُدا تُو نے مُجھ پر وہ مہربانی کی جس کے مَیں لائق نہ تھا لیکن خواہشمند ضرور تھا۔ اب تُو مجھے اِس پر عمل کرنے کی طاقت عطا فرما"۔ اِس طرح قدُرت کے اٹل ارادے اُس کے ہر شعبۂ زندگی میں چراغِ ہدایت اور فانوسِ قیادت ہو کر اُس کی رہنمائی اور رہبری کرتے رہے۔ اور وُہ مسافرِ حقیقت اپنی منزلِ حقیقی اور مقصُودِ اصلی کی جانب اپنے معصُوم اور زخمی پاؤں سے چلتا رہا۔ اگرچہ راستہ کی خمداریوں نے کئی مرتبہ اُس کو گمراہ اور بے راہ رَد کرنے کی کوشش کی اور کانٹوں بھری زمین نے ہر قدم پر اُس کے پاؤں کو زخمی کیا تو بھی وہ مسیحیت کا سچّا گواہ درس و تدریس کی منازل کو طے کرتا رہا۔ قدُرت نے اُس کے لئے ایک عجیب انتظام کر دیا کہ اب وہ سپہ سالارِ حقیقت رُوحانیات کے تیز ہتھیاروں سے مسلّح ہو کر میدانِ مسیحیت میں والیانِ شریعت کے خلاف جنگ آزما ہو۔ سو ۱۵۰۸ء میں جب کہ وہ بلحاظ سن و سال اور علمی و رُوحانی قوتّوں سے عین جوانی کے عالم میں تھا تو اُس کو وِٹنبرگ کی یُونیورسٹی سے ایک دعوت نامہ موصُول ہُوا تاکہ وُہ کتُبِ مقدّسہ پر اور علُومِ الٰہیات پر طلباء کو درس دیا کرے۔ عملیات کے لحاظ سے لُوتھر کا یہ پہلا سُنہری موقع تھا کہ اُسے عام طور پر حقائقِ یزدانی کو ذہین جماعت میں نفوذ کرنے کا موقع ملا۔ اور وہ نہایت سعادت مندی کے ساتھ ساتھ اُن فرائض و واجبات کو ادا کرتا رہا۔ یہ اُس کی محنتوں کا نتیجہ تھا کہ اُسے اسی صلہ میں روحانیات کے ڈاکٹر کا خطاب ملا۔ اور اب وہ وقت آ پہنچا کہ وہ مسیحیت کا سچّا عاشق اس پر دل و جان سے قربان ہونے کا تہیّہ کر لے۔ چنانچہ ایک تنہائی کے عالم میں

پہلے تو خداوند یسوع مسیح سے دعا کی اور پھر یہ عہد باندھا اور قسم اُٹھائی کہ کلام مقدس کی تعلیم اور بشارت نہایت دیانتداری اور صاف باطنی سے کرے گا۔ مسلسل محنتوں اور کوششوں سے وہ اِس نتیجہ پر پہنچ گیا کہ انسان اعمال اور ایمان کے بغیر ہرگز ہرگز مسیحیت کی میزان میں پورا نہیں اُتر سکتا۔ نہ صرف یہ بلکہ یہ مؤثرات اس کے ذہن میں اتنے گہرے ہو گئے کہ دنیا میں انجیل جلیل ہی کے طفیل خدا کی راستبازی ظہور پذیر ہوئی۔ اور اس راست بازی سے اُس کا مقصد انسان کی راست بازی خدا کی نظر میں ہے۔ مذکورہ بالا احساسات جو عملی طور پر لوتھر کے دل و دماغ پر اثر و غلبہ حاصل کر چکے تھے تصویر کی طرح اُس کی دل کی گہرائیوں میں اُتر گئے اور اب اُس کے سامنے ایک زندہ تصویر کی صورت میں ظہور پذیر ہوئے۔ اور وہ بڑے زور اور قوت سے ان تمام مؤثرات کو محسوس کرنے لگا۔ یہاں تک کہ وہی کلام مقدس جسے اِس سے پیشتر اُس نے ہزار دفعہ پڑھا تھا اور جو ایک حد تک اُس کی رُوحانی اور جسمانی خوراک تھا اب اُسے بالکل مختلف اور عجیب نظر آنے لگا۔ گویا کہ بہشتِ بریں کے دروازے اُس کی آنکھوں کے سامنے کھُل گئے۔ اُس دن سے اُس کا اثر قبول دماغ قوت داثر سے دینی وعظوں سے فیض یاب ہونے لگا۔ چونکہ دنیا والوں کو اُن مردانِ خدا کی باتوں سے ہرگز اتفاق نہیں ہوتا کیونکہ اُن کی ہر بات کسی مضبوط اصول پر مبنی ہوتی ہے۔ دوسرے وہ ہر بات کو بلا خوف و تامل ہر شخص کو بلا لحاظ اُس کے دنیوی رتبہ کے کہہ دیتے ہیں۔ اس لئے اُن کی پیاری اور میٹھی باتیں بھی زہر کی مانند ہوتی ہیں۔ اگرچہ وہ لوگ دل میں منصف ہوتے ہیں کہ جو کچھ اُنھوں نے کہا سراسر برحق تھا۔ لیکن زبان سے اعتراف کرنا اُن کے لئے ایک مشکل کام ہوتا ہے۔ کیونکہ اِس طرح

اُن کا دنیوی وقار و اعزاز جو لوگوں کی نظر میں ہوتا ہے کم ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اسی طرح ۱۵۱۷ء سے پیشتر کا واقعہ ہے کہ ایک دن جب وہ حسبِ معمول کلامِ مقدس کے سنہری اور جلیل اصولوں پر وعظ کر رہا تھا تو جارج ڈیوک آف سیکسنی اس سے چند مذہبی اختلافات و آراء پر ناراض ہو گیا۔ انجام کار لوتھر کی تحریک کا شور جب شاہی محلات تک پہنچا تو پوپ پر اس کا بڑا اثر ہوا۔ جب اُس نے دیکھا کہ عوام و خواص اُس کے دھواں دار خطبوں کی تاب نہیں لا سکتے اور کلیسیاء بلا حیل و حجت اُس کے اصولوں کے سامنے سپر انداز ہو رہی ہے تو اُس کو از حد فکر و تعجب ہوا۔ لیکن لوتھر کے لئے بھی یہ بڑا مشکل تھا کہ وہ پوپ کی مطلق العنانی کو تسلیم کرے۔ چنانچہ جس طرح لوتھر اپنی تحریک میں مضبوط و کامیاب ہوتا گیا اسی طرح پوپ کے دل میں بغض و حسد کی آگ بھڑکتی گئی۔ مخالفین بھی سرتاسر اُس کی تحریک کے استیصال کے درپے تھے۔ کیونکہ جوں جوں اُس کے شیوم لوگوں کے دل و دماغ میں راسخ ہوتے جاتے تھے تو اس کامیابی کو دیکھ کر لوتھر پہلے کی نسبت زیادہ شوق اور محنت سے کام کرتا تھا۔ تاکہ وہ امور جو تا ہنوز تشنۂ تکمیل تھے۔ اُن کو معراجِ کمال تک پہنچائے۔ چنانچہ ۳۱۔ اکتوبر ۱۵۱۷ء کو اُس نے اُن سنہری اصولوں کو جو اعداد و شمار میں تقریباً ۹۵ تھے۔ ایک خطبہ کی صورت میں قلعہ کے گرجا گھر میں پیش کیا۔ کیونکہ اُس دن زیارت کنندگان کثیر تعداد میں یہاں پر آئے تھے تاکہ وہ اس گرجا گھر میں جو کہ مقدسین کا کہلاتا تھا۔ اپنے رومن کیتھلک مذہبی عقائد کی بناء پر خود کردہ گناہوں کی معافی حاصل کریں۔ جب اُن کے کان لوتھر کے صادقِ دل کے مضامین سے واقف ہوئے تو اُن کے دلوں میں بجلی کی طرح ایک لہر دوڑ گئی اور اُن کے برف کی مانند ٹھنڈے دل نفرت

کی آگ سے پگھلنے لگے۔ اگرچہ لوتھر خود ان مؤثرات کا متوقع نہ تھا۔ لیکن اس کے الفاظ قلوبِ جماعت پر برقی روشنی کی طرح پھیل گئے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ ان اثر و تاثیر سے لبریز چراغوں کو خود آسمان کے فرشتے اپنے ہاتھوں میں لے کر چاروں طرف گھما رہے تھے۔ تاکہ کوئی ایسی جگہ باقی نہ رہ جائے جو اس نورِ یزدانی سے منور نہ ہو۔ اور اس طرح کارڈنیل تھامس کی دھمکیوں اور چارلس وِن ملٹز کی چالاکیوں کا اس پر کوئی اثر نہ ہو سکا۔ کیونکہ وہ ہمیشہ اس بات کی کوشش کرتے تھے۔ کہ وہ کسی نہ کسی طرح اپنے تسلّط و غلبہ کے زور سے اُس کے اثر و قوّت کو زائل اور فنا کر دیں۔ اور ہمیشہ یہ کہتے تھے کہ وہ اُسے پوپ کے اثر و غلبہ کی سرزمین سے نکال دیں گے۔ اور وہ پھر کہاں رہے گا۔ لوتھر بڑی نرمی اور سادگی سے جواب دیتا کہ "فضا میں آسمان کے نیچے" انہوں نے اکثر اوقات ایسے مظالم ڈھائے کہ جن کا قصہ دردناک اور دِل شکن ہے۔ اور ہر سُننے والے کے بدن پر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ لیکن وہ منزلِ صداقت کا مسافر اِسی دھن میں سرتاپا مصروف عمل رہا اور ۲۸ نومبر ۱۵۱۸ء کو وینبرگ کے کارلپس کرسٹی چرچ میں جنرل کونسل کے سامنے پوپ لوئنس کے برخلاف ایک قانونی اپیل کے لئے پہنچا شہر السٹر کے ایک پھاٹک سے باہر اپنے طالب علم کے روبرو اس کتاب کو جو متناقض قوانین و ضوابط سے پُر تھی جلا دیا اور یہ لفظ کہے کہ "تُو نے ایک ...... مقدّس کو تکلیف دی۔ اس لئے آج تجھے میں ایک نہ بجھنے والی آگ میں ڈالتا ہوں۔ اور یہ نہ بجھنے والی آگ تجھے جلا کر فنا کر دے گی"۔ اس وقت نہ صرف ایک جذبہ بلکہ ایک رُوحانی قوّت نے لوتھر کے دل کو اُبھارا کہ وہ اس وقت دلیری اور جرأت سے اپنے کام کو سرانجام دے۔ اور بلند آواز سے پُکار کر

کہا کہ مَیں ہرگز پوپ سے نہیں ڈرونگا - علاوہ بریں اُس نے مسیحیت کو پوپ سے نہ ڈرنے اور اُس کی قوت اور غلامی کے جُوئے کو اُتار پھینکنے کی پہلی مثال قائم کی جس سے عوام کیا خواص کے متزلزل عقائد مستحکم ہو گئے - اور ان پر اس بات کا انکشاف ہوا - کہ یہ سب کچھ جو لُوتھر سے ظاہر ہو رہا ہے فی الحقیقت ایک سچائی کی بناء پر ہے - انہی احساسات و جذبات سے معمور ہو کر وہ وؔرام کو روانہ ہُوا - تو اُسے ایک دھمکی دی گئی جس کا اُس نے بڑی دلیری سے جواب دیا کہ اگر وہ وِینبرگ سے وؔرام تک آگ لگا دیں جو زمین سے آسمان تک ہو تو بھی وہ خُدا کی مہربانی سے اُس میں زندہ رہے گا ؛

اُس نے بڑے ایمان سے کہا کہ وہ موت کی وادی اور اژدہا کے مُنہ میں بھی مسیح کا اقرار کریگا - اور اس نیک انجام کے لِئے خُدا کا انتظار کریگا - اور سب کچھ خُدا پر ہی چھوڑ دیگا - جب وہ سفر کی مشکلات کو برداشت کرتا ہُوا وؔرام کے نزدیک پہنچا تو اُس کے ایک دوست نے اُس کو بڑے ہمدردانہ انداز میں کہا - کہ "وؔرام میں اُس کے لِئے بے شمار خطرے ہیں جو بڑی دیر سے اُس کے منتظر ہیں" لیکن پھر لُوتھر نے بڑے استقلال اور تحمل سے جواب دِیا کہ اگر وؔرام میں شیطان کے پیروکار چھت کی اینٹوں کے برابر کیوں نہ ہوں - تو بھی وہ شہر میں داخل ہُوئے بغیر نہ رہے گا لیکن آخر اِنسان اِنسان ہی ہے - اُس وقت لُوتھر کا دِل دہل گیا اور اُس نے گِڑگِڑا کر خُدا سے دُعا کرنی شروع کی -

دُعا - اَے قادرِ مُطلق خُداوند خُدا ! اَے میرے خُدا ربنا کی حکمت اور دانائی مجھے مقابلہ میں میرا ساتھ دے - ایسا کر تُو ایسا ضرور کر - کیونکہ یہ صرف تُو ہی کر سکتا ہے - یہ تحریک میری نہیں بلکہ تیری ہے - میرا دُنیا کے خُداوندوں سے کوئی سروکار نہیں - میری زندگی پُر امن ہے - لیکن یہ کام تیرا ہے - نہ کہ

میرا اور یہ سراسر برحق اور دائمی ہے۔ اے ابدی اور برحق زندہ خدا میری مدد کر۔
میرا بھروسہ کسی انسان پر نہیں بلکہ تیری واحد ذات پر۔ آدم اور آدم زاد فانی
ہیں۔ کیا تُو نہیں سُنتا۔ کیا تُو زندہ نہیں۔ بے شک تُو زندہ ہے۔ تُو صرف
اپنے آپ کو مجھ سے چھپاتا ہے۔ اے خدا میں تجھ سے پُوچھتا ہوں۔ کہ تُو
نے مجھے اس کام کے لئے نہیں چُنا ہے۔ اور میں نہیں جانتا کہ تُو نے مجھے اس کام
کے لئے منتخب نہیں کیا۔ ہاں بے شک یہ خدا کا فرمان ہے۔ مجھے آج
تک اس بات کا گمان نہ ہوا۔ کہ میں دُنیا کے خُداؤں کے مقابلہ میں
کھڑا رہونگا۔ یہ صرف تیری ہی رحمت کا سبب ہے۔ اے خُدا اپنے بیٹے
خُداوند یسوع مسیح کے واسطے میری مدد کر۔ اے میری پناہ۔ اے
میری ڈھال۔ اے میرے مضبوط برج اور اے میرے محکم قلعے
رُوح القدس کے پاک نام سے یہ بخش دے۔ اے خُداوند تُو کہاں ہے۔
اے میرے خُدا تُو کہاں ہے۔ میں تجھ سے پُوچھتا ہوں۔ نہ کہ کسی اور
معبود سے۔ آ میں برّے کی مانند صابر ہوں۔ اور اپنی زندگی تجھ پہ قربان
کرنے یہاں آیا ہوں۔ کیونکہ یہ تحریک مقدس میری نہیں بلکہ صریحاً تیری
ہے۔ جس طرح میں تیرا ہوں۔ میں تجھے ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ بلکہ ابد
تک تجھے نہ چھوڑونگا۔ اور ابد تک ایمان میں زندہ اور سلامت رہونگا۔
میرا یہ غیر متزلزل اور مستحکم ارادہ تیرے پیارے اور بزرگ نام کی خاطر
ہے۔ دُنیا والے میری ضمیر کو مردہ نہیں کر سکتے۔ اگرچہ یہ شیاطین سے گھری
ہوئی ہے۔ یہ جسم جو تیری تعمیر اور تیری بہترین کاریگری ہے اور فی الحقیقت
تیرا پیدا کیا ہوا ہے۔ اسے پھینکا جائے۔ پاؤں تلے روندا جائے۔ یا ٹکڑے
ٹکڑے کر دیا جائے۔ لیکن تیرا رُوح مقدس اور تیرا کلام پاک ہرگز ہرگز

مجھ سے جُدا نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ یہ سب کچھ جسم کے ساتھ ہو سکتا ہے۔ اور جسم سے ہی تعلق رکھتا ہے۔ لیکن رُوح تیرا ہے۔ اور تیری ہی مملکت ہے۔ وہ ابد تک تیرے ساتھ رہیگا اور کبھی تجھ سے جُدا نہ ہوگا۔ اَے خدا آمین۔ اَے خُدا میری مدد کر آمین ⁂

وہ ازلی زندہ خُدا جس سے لُوتھر نے دُعا کی اور جو ہر وقت اُس کے ساتھ تھا۔ اور اُس ہی نے اُس کو یہ ہمت اور طاقت دی تھی۔ اور وہ مضبوطی اور اولو العزمی سے سچائی کی چٹان پر قائم رہا۔ اور وُہ خُدا کی طرف سے اس قابل ہُوا کہ وہ بادشاہ وقت اور رعایا کے سامنے صاف لفظوں میں خُدا کا اقرار کرے۔ جو کہ دُنیا کے تمام بہادروں سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہے۔ وہ بڑے جوش اور ادب کے ساتھ کہتا ہے۔ کہ "مَیں کلام مقدس کے ثبوتوں کے ذریعہ قائل ہو گیا ہُوں۔ اور میرا رُوح کلام پاک سے مرعوب و مغلوب ہو گیا ہے۔ خُدا کے کلام نے میرے دل میں گھر کر لیا ہے۔ اور مَیں کلام کے قلعہ میں محفوظ ہوں۔ مَیں اُس کا انکار نہ کرونگا۔ مَیں مسیح کے نقش قدم پر چلونگا۔ اور میری زبان ہمیشہ صداقت بیان کرے گی۔ مَیں تیرے حضُور کھڑا ہوں۔ اب اس سے زیادہ مَیں اور کچھ نہیں کہہ سکتا۔ اَے خُدا میری مدد کر آمین۔ تیرے مبارک نام اور جلال کی خاطر آمین"

اگرچہ لُوتھر کو ہر طرف سے ناکامیابی نظر آتی تھی۔ لیکن پھر بھی وہ اپنے اعمال میں بدستور سرگرم رہا۔ چنانچہ فروری ۱۵۲۲ء میں اُس نے ڈیوک فریڈرک شاہ سیکسنی کو ایک خط لکھا جس میں اُس نے بالکل صاف اور کھُلے الفاظ میں تحریر کیا۔ کہ "وہ اثر و غلبہ جو شیطان کو وٹنبرگ میں ہے۔ وہ میرے لئے بے شمار صعوبات و آفات کا مُوجب ہے۔ جب مَیں ورمز میں تھا تو مَیں نے اپنے جذبات اور اُن ہدایات غیبی کو جو عین ایک قدرت کا راز تھا۔ اس لئے دبائے

رکھا تاکہ میرے احباب کو مجھ پر شک نہ گزرے ۔ کہ میں ایک غداری ہوں ۔ ان متشابہ مجبوریوں پر بھی مجھ سے حقائق رحمانی اور الطاف یزدانی کا انحراف نہ ہو سکا جو کہ سراسر میرے مزاجِ عقلی و روحی کے خلاف ہے ۔ یہی وجہ تھی کہ میں اُس شیطانی اور ملعونی گروہ کی تقاریر کو سُن لیتا تھا ۔ جو میری گردن پر ایک کُند تلوار کی طرح رہتی جاتی تھیں ۔ لیکن میں بڑی عاجزی سے توبہ کرتا رہا ۔ مگر کفر و الحاد کے زہریلے تیر میرے پُر امن پہلو کو ہمیشہ زخمی کرتے رہے ۔ اور وہی جرمنی قوم جو قوم کے معتقدات سے مرعوب ہو چکی تھی ہمیشہ میری سچائی کو پامال کرتی رہی ۔

یہ سب باتیں بے چارے لوتھر کے دل میں کانٹے کی طرح کھٹکتی تھیں ۔ وہ ہمیشہ بے چینی کی آگ میں جلتا تھا ۔ آل کار مخالفین کا بغض و عناد یہاں تک بڑھ گیا کہ اب اُس پر غداری کا الزام لگایا گیا ۔ اور اُسے ایک قیدی کی حیثیت میں روم میں رکھا گیا ۔ فریڈرک جس نے اُسے پہلی اور آخری بار روم میں دیکھا تھا ۔ وہ اُسے یہاں سے ایک دوسرے قلعہ میں لے گیا ۔ لیکن جوشِ توحید نے اُسے یہاں بھی چین نہ لینے دیا ۔ اور وہ محبت و صداقت کا پُتلہ یہاں بھی درگاہِ الٰہی میں زانوئے ادب و عمل ٹیکے رہا ۔ اس قلعہ میں لوتھر نے بائبل مقدس کا ترجمہ شروع کیا ۔ جو اُس کی زندگی کی غرض اصلی اور مقصد وحید تھا ۔ اس مجسمۂ رحمت نے دن رات یہاں آنکھوں کا خون ٹپکایا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۵۳۴ء میں ایک بائبل مقدس جرمنی زبان میں تیار ہو گئی ۔ اور وہ کام جس میں وہ تن تنہا شامل ہوا پایۂ تکمیل کو پہنچ گیا ۔ ہر روز وہ ترجمانِ حقیقت کلام مقدس کے آبِ حیات کو پیتا اور روز بروز قوت اور فضل سے معمور ہوتا گیا ۔

۱۵۲۲ء میں پھر لوتھر کے دل میں حفاظتِ صداقت کی لہر موجزن ہوئی۔ اور اُس پر یہ کیفیت طاری ہو گئی کہ وہ ایک مرتبہ پھر اپنے اُن دوستوں کو جو وٹنبرگ میں مقیم تھے اُن کو دیوانہ وار بے چینیوں کی زنجیروں سے آزاد کرے۔ فریڈرک نے لاکھ سمجھایا کہ اگر وہ اُس کی مرضی کے مطابق عمل نہ کریگا تو ضرور ہے کہ اُس پر طرح طرح کی مُصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں۔ اور وہ لگاتار تکالیف میں گرفتار ہو جائے۔ لیکن ان تمام باتوں کا اس پر ذرا بھی اثر نہ ہُوا۔ نہ صرف یہ بلکہ فریڈرک نے اُسے راستہ کی جُملہ مشکلات سے بھی آگاہ کیا۔ لیکن وہ میر اصلاحات بلندی اور پستی۔ دھوپ اور بھوک کی مصیبتیں برداشت کرنے پر راضی ہو گیا۔ اور اپنے دل میں پکا ارادہ کر لیا کہ وہ وٹنبرگ کو ضرور جائیگا۔ خواہ اُس کے راستے میں موت ہی سدِ راہ کیوں نہ ہو۔ اور فریڈرک کو بڑے دلیرانہ اور شجاعانہ الفاظ میں لکھا کہ "مَیں وٹنبرگ کو ایک عالمگیر پناہ کے سایہ میں جا رہا ہُوں۔ جو کہ آپ کی پناہ اور حفاظت سے ہزار گُنا زیادہ اور زبردست ہے۔ اگر مَیں اس بات کو جانتا کہ آپ کی طاقت اور قوت وٹنبرگ میں بہت زیادہ ہے۔ تو میں ہرگز ہرگز وٹنبرگ میں قدم نہ رکھتا۔ چونکہ آپ کا ایمان میرے مقابلہ میں بہُت زیادہ کمزور اور متزلزل ہے۔ اس لئے میں آپ کی پناہ کا سہارا نہیں لونگا۔ کیونکہ یہ سراسر میری شانِ ایمانی کے شایاں نہیں ہے تلوار اور انسانی زور میری پناہ نہیں ہو سکتے۔ بلکہ خُدا کی عین ہدایت جو ان سے بدرجہا بالاتر ہے۔"

اپنی سرگرمی اور جوش کے ماتحت وہ جلدی وٹنبرگ کو روانہ ہو گیا اور خدا کی مہربانی سے باشندگانِ وٹنبرگ کی بے چینی اور تذبذب کو رفع کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ یہاں اُس نے اپنی عقلمندی اور زود کلامی سے سادہ لوح کسانوں کے روز افزوں فتنوں کو دبایا اور حاضرین کو یہ بات بڑے وثوق سے

سے کہی کہ اگر حکومت کے خلاف کوئی مجرم ہو سکتا ہے۔ تو وہ لوتھر ہے اِس کے بعد جب اُس نے اس بات کو معلوم کیا کہ اُس کی اصلاعات کی تعلیمات پر گرجاگھروں میں عمل نہیں ہو سکتا۔ تو اُس نے یہ ارادہ کیا۔ کہ وہ چند ایسے سکولوں کی بنیاد رکھے جن میں اُس کے سوال و جواب کی وہی کتاب پڑھائی جائے جو اُس کی تحریرات کا جواہر مقصود اور گوہر شہوار تھا جس میں اُس نے جلی حروف میں ایک دلکش اور مؤثر مسیحی ایمان سے تشریح کی تھی ؛

جہاں لوتھر زندگی کے دیگر شعبوں میں اقدام کرتا گیا۔ وہاں وہ زندگی کے نہایت اہم اور ضروری مراحل کو بھی طے کرتا رہا۔ چنانچہ اب وہ وقت آ گیا۔ کہ وہ شادی شدہ زندگی اختیار کرے۔ ماں باپ نے بڑی محبت کے ساتھ لوتھر کے سامنے شادی کے مسئلہ اعظم کو پیش کیا۔ اور لوتھر نے بھی بڑی عاجزی اور سعادت مندی سے اُس کو قبول کیا۔ چنانچہ ۱۵۲۵ء میں جب اُس کا پیمانۂ شباب جوانی کی گوناں گوں کیفیات سے لبریز ہوا تو لوتھر کو بھی اس میدان میں آنا پڑا۔ اپنی شادی کے متعلق وہ خود ایک جگہ لکھتا ہے۔ کہ میں نے اپنی رفیقۂ حیات کو اپنی زندگی میں شریک اس غرض اور اس بناء پر کیا۔ کہ میرے وہ تمام اصول جو اصلاحاتِ مسیحیت سے متعلق ہیں۔ میری اس مثال ثانی سے پختہ تر ہو جائینگے۔ سنہ ۱۵۳۰ء میں رتیچ سٹیگ اُس کو آگسبرگ میں ملا۔ جب کہ وہ کوبرگ میں قیام پذیر تھا۔ اُس کی ملاقات سے لوتھر کے جذبات کو ایک طرفہ تقویت پہنچی۔ اور اُس کی دعاؤں نے لوتھر کی اس طرح مدد کی جس طرح موسیٰ کے اُٹھے ہوئے بازوؤں نے اُس کی مدد کی ؛

لوتھر کی زندگی کے آخری سال اس مصیبت اور تکلیف میں گزرے۔ کہ الاماں! وہ ہمیشہ تفکرات کی قید میں مبتلا رہتا اور ایک منٹ بھی اُس کو

ان سے فراغت نہ ملتی۔ غرضیکہ ایک دفعہ تو ان مؤثرات کا تسلّط و غلبہ اس قدر بڑھ گیا کہ اُس نے بڑے شکستہ اور مایوس کُن الفاظ میں اپنی بیوی کو لکھا۔ جس کو وہ اسی دُھن میں چھوڑ کر آیا تھا۔ کہ وہ احساسات وجذباتِ دینی سے اس قدر مغلوب و مرعُوب ہو گیا ہے کہ اب وہ وٹینبرگ نہ آئیگا۔ کیونکہ اب اُس کا دل دُنیا اور دُنیا والوں سے بیزار ہو گیا ہے۔ جس کی تفصیل ذیل کے خط کے مضمون سے ظاہر ہے۔

میری پیاری رفیقۂ حیات۔

"چونکہ مسلسل ناکامیوں سے میرا دماغ پریشان ہو گیا ہے۔ اور میرا دل دُنیا والوں کی بے مروّتی اور بدسلوکی سے بیٹھا جاتا ہے۔ اور اب میں نے قصد کر لیا ہے۔ کہ میں جیتے جی وٹینبرگ میں واپس نہ آؤنگا۔ اس لئے میں اس بات کی تاکید کرتا ہُوں۔ کہ تُم اپنے گھر باغ اور تمام دیگر اشیاء کو جو میرے سبب سے تم سے متعلّق ہیں۔ فوراً بیچ ڈالو۔ کیونکہ یہی وہ چیزیں ہیں جو میرے مرنے کے بعد تُمہارے لئے مختلف آفات کا موجب ہونگی۔ اور وہی گھر جو آج تمہارے لئے پناہ اور خوشی کا سبب ہے۔ میرے بعد تُمہارے لئے مصیبتوں اور دُکھوں کا گھر ہوگا۔" اگرچہ بیانات بالا سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ جاتی ہے۔ کہ لُوتھر کا یہ کس قدر پختہ ارادہ تھا کہ اب وہ کبھی وٹینبرگ نہ جائیگا۔ اور یہ خط جو اُس نے اپنی بیوی کو تحریر کیا بالقصد و بالارادہ لکھا۔ لیکن زندگی جو بے شمار مجبُوریوں کا نام ہے پُختہ سے پختہ ارادے کے انسانوں کو بھی مجبُور کر دیتی ہے۔ کہ وہ وقتی طور پر اُن اٹل ارادوں کو بھی ترک کر دیں۔ اور وہ پختہ عزم کا سلطان لاچار ہو کر وٹینبرگ کو روانہ ہُوا۔ لیکن اب اُس کی زندگی کے ایام بڑی سُرعت کے ساتھ اپنے انجام کی طرف دوڑ رہے تھے۔ مجبُوریوں کی

سرحدیں اس قدر وسیع ہو گئیں۔ کہ اب اُسے ۱۵۴۶ء میں کاؤنٹس کی خواہش پر ایلبین جانا پڑا۔ اور وہ مسافت کی غیر متوقع مشکلات کو اُٹھاتا ہوا ۲۳ فروری کو سرزمین ایلبین میں پہنچ گیا۔ اس سے پیشتر اُس محورِ اصلاحات نے ۱۷ فروری کو وٹنبرگ میں ایک بڑی پُر اثر تقریر کی۔ جس میں اُس نے بڑے دردناک الفاظ میں بیان کیا۔ کہ "اُس کی زندگی کی منزل ختم ہو رہی ہے اور قریب ہے کہ وہ اپنی زندگی کے اختتام پر پہنچ جائے۔ لیکن اے میرے پیارے دوستو اگر تُم خُداوند مسیح کے حقیقی پیرو ہو تو ہرگز ہرگز پوپ کے اثر و رسُوخ اور تسلّط و غلبہ کے آہنی جُوئے میں نہ جُتنا۔ کیونکہ اُس کا جُوا عین بربادی ہے۔ اگر مسیح جلیل کی تقلید کرو گے اور اُس کے نقشِ قدم پر چلو گے۔ تو وہ تمہیں ہرگز ہرگز نہ چھوڑیگا۔" الغرض لُوتھر نے اُن تمام خطرات کو جو کسی کلیسیاء یا جماعت میں اُس کے مرنے کے بعد ممکن الوقوع ہو سکتے تھے۔ علاوہ ازیں تمام وہ عقائد بڑی وضاحت سے تلقین کئے۔ جن کی بناء پر اُس نے تحریکِ اصلاحات کا بڑا بھاری بیڑا اُٹھایا تھا۔ یہاں تک کہ نفوسِ جماعت کے دل و دماغ میں راسخ کر دیا تھا۔

ایلبین کے مقام پر اُس نے چار مرتبہ بشارت کی پہلی دفعہ دو فروری کو۔ دوسری مرتبہ تین فروری کو۔ تیسری مرتبہ ، فروری کو۔ چوتھی مرتبہ بارہ فروری کو لیکن اُس نے ہر بشارت میں اس بات کو پیش کیا۔ کہ اب اُس کا آخری وقت آ گیا ہے۔ اور قریب ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے تمہاری نظر سے اوجھل ہو جائے۔ اُس وقت اُس نے ایک خاص دُعا کی جو کہ اُس کو دِل سے عزیز تھی۔ ایک اور خواہش کو ناظرین کے سامنے پیش کیا جو کہ اُس کا عام وظیفہ تھا۔ اُس نے نہایت مؤثر اور لڑکھڑاتی ہوئی آواز میں کہا کہ میں نے نہایت ایمانداری

سے خدا سے دُعا کی۔ اور اب بھی ہر روز کرتا ہوں کہ وہ دُشمن کی تمام تدبیروں کو روکے رکھے اور میرے جیتے جی جرمنی میں کوئی خانہ جنگی نہ شروع ہو جائے۔ مجھے اس بات کا کامل ایمان ہے۔ کہ خدا نے میری دُعا کو سُن لیا ہے۔ اور مجھے جواب دے دیا ہے۔ کہ جب تک میں سرزمین جرمنی میں ہوں۔ اور جب تک میں زندہ ہوں۔ جرمنی میں خانہ جنگی نہ ہو گی۔ اور خدا نے میری خواہش مجھے بخشدی ہے۔ اور خدا کے فرمان کے مطابق یہ قول پورا ہوا۔ کہ راستباز آنے والی آفت سے پیشتر ہی اُٹھا لیا جاتا ہے۔

۱۷ فروری کو وہ مسندِ اصلاحیات کا تاجدار جس کی آتش بیانی نے مسیحیت کے جسم میں ایک نئی اور تازہ رُوح پھونک دی اور جس نے آسمانِ مسیحیت پر چار چاند لگائے۔ مرض الموت میں گرفتار ہوا۔ شروع سے لے کر آج تک قانونِ قدرت اس بدیہی صداقت پر دلالت کرتا رہا ہے۔ کہ خاصان خدا اور اللہ سے محبت کرنے والوں کو پیشتر ہی سے علم ہو جاتا ہے کہ اُن کا آخری وقت نزدیک ہے اسی طرح جُوں جُوں اُس کا آخری وقت قریب آتا تھا۔ اُسی قدر وہ تسلیم و رضا کا مجسمہ فرطِ شوق سے بیتاب ہوتا۔ انجام کار وہ جوش و خروش سے بیتاب ہو کر یُوں گویا ہُوا " اَے میرے آسمانی باپ، میرے پیارے مسیح کے باپ اور خدا۔ تمام تسلی اور آرام کے خدا میں تیرا لاکھ لاکھ شکر کرتا ہوں کہ تُو نے مجھ پر بڑا رحم کر کے اپنے پیارے بیٹے خداوند یسُوع مسیح کو مجھ پر ظاہر کیا۔ جس پر میرا پورا بھروسہ اور ایمان ہے۔ جس کی میں نے سارے دل اور ساری جان سے ستائش کی۔ جس کو تمام پوپ اور تمام بد نفس گالیاں دیتے اور کفر کے لفظوں سے مارتے تھے۔ اَے مسیح یسُوع میری تجھ سے دُعا ہے کہ میری رُوح تیرے حضور مقبول ہو۔ اَے آسمانی باپ اگر یہ ایسا ہی

ہے کہ مَیں اِس جسم کے فانی گھر کو چھوڑ دوں۔ باالفاظ دیگر اس سلسلۂ مُصیبت سے چُھڑایا جاؤں تو مَیں یقینی طَور پر جانتا ہُوں کہ مَیں اَبد تک تیرے ساتھ رہُونگا۔ اَور کوئی طاقت مُجھے تیرے ہاتھ سے نہ چھڑا سکے گی"۔ اُس نے کئی بار بڑی دھیمی آواز سے ان الفاظ کو دُہرایا۔ کہ خُدا نے دُنیا سے اَیسی مُحبّت کی کہ اُس نے اپنا اکلوتا بیٹا بخش دیا۔ تاکہ جو کوئی اُس پر ایمان لائے۔ ہلاک نہ ہو۔ بلکہ ہمیشہ کی زندگی پائے۔ کیونکہ زمین و آسمان میں صرف وہی نجات دے سکتا ہے۔ اَور موت کی جُملہ آفات پر قادر ہے۔ اس کے بعد اُس نے بڑی دھیمی آواز میں لگاتار تین مرتبہ ان الفاظ کو پُکارا۔ کہ "اَے خُدا میں اپنی رُوح تیرے ہاتھوں میں سونپتا ہُوں"۔ جب جسٹس جوناس نے اُس سے بڑے ادب سے پُوچھا کہ جس مسیح کی آپ ساری عُمر بشارت کرتے رہے ہیں۔ کیا اب اُسی کے پاس جائیں گے اَور اُسی میں مریں گے۔ تو بڑے جوش اور شوق سے پکار اُٹھا کہ ہاں ۔

اور ۱۸ فروری کی صبح کو وہ آسمانِ ادب کا روشن ترین ستارہ غروب ہو گیا اور ہمیشہ کے لِئے آرام کی نیند سو گیا۔ زمین لاکھ اُس کی خاک کو پوشیدہ کرے لیکن وہ ابد تک آفتاب نیمروز کی طرح چمکتا رہے گا۔ اور دِل اِنسان کے تاریک سے تاریک گوشوں کو اپنی صداقت کی شعاعوں سے منوّر کرتا رہے گا۔ بہت سے زمانے آئیں گے اَور جائیں گے۔ لیکن دُنیا والے ہمیشہ اُس کے پیارے اور مُبارک نام کو اپنے سِینوں سے لگاتے رہیں گے۔ اور اس کے قدرتی اصُولِ اخوّت و محبّت پر گامزن رہیں گے۔ وہ مُصلح اعظم وہ شہیدِ صداقت خُود تو نہ رہا۔ لیکن صفحۂ دُنیا پر ایک ایسی سُنہری یادگار چھوڑ گیا۔ جو آنے والی نسلوں پر شبنمِ حیات برساتی رہے گی۔

اب دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اُس مردِ خُدا کی رُوح پاک پر ایک سرسری

نظر ڈالیں اور اُس کے رُوحانی اوصافِ حمیدہ کا مطالعہ کریں۔ جو کہ سراسر صداقت، دیانتداری اور ایمان کے عالمتاب جواہرات سے معمور ہیں۔ اس رُو سے اُس کی رُوح بعینہٖ نتھانی ایل نبی کی رُوح کی مانند ہے۔ جو مکر و فریب ریاکاری اور دھوکے کی چالوں سے بالکل مبرّا اور منزّہ ہے۔ وہ نہایت سادہ مزاج اور کشادہ طبع تھا۔ ہر انسان کے ساتھ خواہ وہ غریب ہو یا امیر۔ شاہ ہو یا فقیر۔ نیک ہو یا بد نہایت کشادگی اور خندہ پیشانی سے پیش آتا۔ اُس کی نظر میں کسی قسم کی تمیز نہ تھی۔ ہر ایک کے ساتھ یکساں سلوک کرتا۔ لیکن گوہرِ مقصود کو ہاتھ سے نہ جانے دیتا جس کو وہ اپنی زندگی کا عین مقصد سمجھتا تھا۔ اُس کی تقریر اُس کی اندرونی کیفیات اور دلی جذبات کی ایک زندہ اور چلتی پھرتی تصویر تھی۔ جس کا ایک ہی رُخ ہو یعنی اپنے عیش و آرام اور علم و فضل کو خُداوند جلیل خداوند یسوع مسیح کے نام پر قربان کر دینا۔ ہر وہ فرد جو شمّہ بھر بھی اخلاص اور فرمانبرداری کی جملہ خصوصیات سے واقفیت رکھتا ہو۔ ممکن نہیں ہو سکتا کہ لوتھر کے پاکیزہ بیانات سے مرعوب و مسحور نہ ہو۔ اگر راستبازی اور دیانتداری کو جرمن قوم کی خصوصیت و نوعیت سے موسوم کیا جائے۔ تو تمام وہ جملہ اوصاف جو کہ سارے جرمن میں ممکن ہو سکتے تھے۔ اکیلے لوتھر کی ذات میں مجذوب تھے۔ اُس کا ایمان نہایت بلند اور اعلےٰ درجے کا تھا۔ اور خدا کا کلام۔ وجدانیاتِ مسیحی اور روحانیات بدیہی کے ہمراہ اُس کے رگ و ریشہ میں پیوست ہو گیا تھا۔ اُس کی ذات کا خدا کے کلام اور اُس کے چشمۂ پاکیزگی پر پختہ اور اٹل ایمان تھا۔ اور خاص طور پر خداوند یسوع مسیح کی سچائی۔ محبّت اور اُس کے عالمگیر جلال پر۔ کلام مقدّس اور خُداوند یسوع مسیح کی شان کے خلاف کسی لفظ کا زبانِ انسان سے رُونما ہونا اُس

کے لئے ایک خوفناک گناہ تھا۔ کیونکہ اُس کے ایمان کی بُنیاد ایک ایسی نا قابلِ تغیر" چٹان پر تھی جو ازل سے ابد تک ہے۔ اُس کا نقطۂ نظر اور زاویۂ نگاہ مسیحیّت کے لحاظ سے یہ تھا کہ ایک گنہگار کا خداوند مسیح کے ساتھ ملاپ کروانا اُس کی نظر میں ایک انسان راستباز ٹھہرنا اُس کے اعمال پر موقوف نہ تھا۔ بلکہ اُس کے ایمانِ سلیم پر تھا۔ اور وہ ایمان کو ایک زندگی اور خُدائی طاقت سمجھتا تھا۔ جہاں وہ ایمان کو اتنی اہمیت دیتا تھا۔ وہاں وہ نیک افعال و اعمال کا بھی دلدادہ تھا۔ لیکن وہ اس بات کو پسند نہ کرتا تھا۔ کہ وہ اپنے اعمال کا ذکر دکھاوے اور فخریہ طور پر بناؤ۔ جس قدر اُس پر یہ بھید منکشف ہوتا گیا کہ انسان کا ایمان کمزور اور انحطاط پذیر ہے۔ اُسی قدر اُس کا ایمان بڑھتا گیا۔ وہ ہمیشہ کہا کرتا تھا کہ یہ خُدا کی امانت ہے۔ وہ عدم سے وجود اور نیست سے ہست پیدا کرتا ہے۔ اس لئے جو ایمان میں ابھی تک نیست نہیں وہ عالمِ وجود میں کس طرح آ سکتا ہے۔ اسی اصُول کی بناء پر وہ ایک جگہ کہتا ہے۔ کہ وہ کھوئے ہوؤں کو ڈھونڈتا۔ بیماروں کو شفا۔ اندھوں کو بینائی اور مُردوں کو زندگی بخشتا ہے۔ نہ صرف یہ بلکہ گنہگاروں کو صبر اور احمقوں کو دانائی عطا کرتا ہے۔ لُوتھر کا ایمان نہ صرف اُس کی قوّت تھا بلکہ وہ ہو بہو اُس کے مطابق عمل بھی کرتا تھا۔ وہ کہتا ہے کہ "انسان سے نیک اعمال کا صدور اُس کی عین بلاہٹ کا بیّن ثبوت ہے"۔ اصلاحات کے باب میں لُوتھر کو ایک خاص بلاہٹ ہوئی۔ اُس نے اس مشکل کام کو اپنی مرضی سے شروع نہ کیا بلکہ خدا کی اُس میں عین مرضی تھی۔ جس کو اُس نے مرتے دم تک پُورا کیا۔ اس میں اُس کا کوئی اپنا مقصد اور مرضی نہ تھی۔ اور وہ بے خبری کے عالم میں اس میدان میں کُود پڑا۔ اُس نے ایک شہادت کے طور پر پُکارا۔

چنانچہ اگر دُنیا میں کوئی انسان پاک کہا جا سکتا ہے۔ تو لُوتھر کا اُس میں پہلا درجہ ہے۔ کیونکہ وہ اس کام میں اپنی برتری کا اظہار نہیں کرتا۔ اور کبھی اپنے اس نیک آغاز و انجام پر فخر نہیں کرتا۔ جیسا کہ بیانات سابقہ میں گزر چکا ہے۔ وہ ہمیشہ اس بات کی بشارت کرتا رہا۔ کہ "وہ اصُولِ حقیقی جس کی میں بشارت کرتا رہا وہ میرا نہیں بلکہ خُدا کا ہے۔ وہ لوگ جو مجھ پر اس غرض سے حملہ کرنا چاہتے ہیں۔ وہ بڑی خوشی سے کریں۔ کیونکہ میں کوئی فرشتہ نہیں بلکہ انسان ہُوں۔ یہ دعوے میرا نہیں بلکہ خُدا کا ہے۔" وہ کھُلے طور پر اس بات کو کہتا تھا۔ کہ "جو کچھ میں کر رہا ہُوں۔ وہ سب خُدا کے پاک اور مُبارک نام کی خاطر کر رہا ہُوں۔ اگر شیطان سے ہو سکتا ہے تو مسیح کے مُبارک نام کو مجھ سے چھین لے" چونکہ لُوتھر خُدا کی محبّت کا مزا مسیح کے طفیل چکھ چُکا تھا۔ اس لئے اُس کے دِل میں ایک خاص تڑپ پیدا ہو گئی تھی۔ جو کہ اُس کی زندگی سے ظاہر ہوتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ وہ مشکل سے مشکل کام اور خطرناک سے خطرناک وقت پر بھی نہیں گھبراتا تھا۔ کیونکہ وہ عملی طور پر اس کا تجربہ کر چکا تھا۔ اور وہ مسیح جس کی خاطر وہ ہر وقت تکلیفوں اور مصیبتوں کا شکار بنا رہتا تھا اُس نے ہرگز ہرگز اُسے نہ چھوڑا۔ لُوتھر نے اپنے تمام دُشمنوں کو للکار کر کہا "آؤ اور میری شخصیت پر حملہ کرو۔ اے تمام شیطانوں اور ملعونوں تم سب ایک لشکر کی صورت میں میرے مقابلہ میں آؤ۔ اور تمام طرف سے مجھے گھیر لو اور یقین جانو کہ تُمہارے سامنے ایک معصوم شکار ہے۔ اس کا شکار کرو۔ کیونکہ اگر مجھے شکست اور تُمہیں فتح ہو تو یہ تمہاری عین خوشی ہے۔ میں صاف الفاظ میں یہ بات کہتا ہُوں کہ میری نظر میں یہ شکست کچھ وُقعت نہیں رکھتی۔ دھمکی منّت اور بہانے سے کوئی جیت نہیں ہوتی۔ اس لئے تم سب باہم مل کر مجھے قائل

اور ہلاک کرنے کی غرض سے آوے"۔ جوں جوں اُس کی مخالفت اکنافِ عالم میں بڑھتی گئی۔ اُسی قدر اُس کو خدا کی طرف سے الٰہی قوّت ملتی گئی۔ اور وہ بڑے حوصلہ اور صبر سے تمام مشکلات کا مقابلہ کرتا رہا۔ ہر طرف سے طعن و تشنیع اور حوصلہ شکن آواز بلند ہوئی۔ لیکن وہ سپہ سالارِ صداقت اپنے نشانہ کی جانب بدستور قدم اُٹھاتا گیا۔ اندرونی طور پر جن مشکلات وصعوبات کا لوتھر کو سامنا کرنا پڑتا۔ اُن کا صحیح صحیح اندازہ ایک دانا اور روحانی مسیحی ہی کرسکتا ہے۔ وہ خود اِس بات کو بڑے عجز اور رنج سے کہتا ہے کہ "اگر میرے دشمنوں کو میری مصیبتوں اور دکھوں کا پندرہ منٹ تک بھی احساس ہو جائے۔ تو مَیں اس بات کا دعوےٰ کرتا ہوں۔ کہ اُن کے پتھر دل موم ہو جائیں گے اور وہ سب اس کارِ نیک میں میرے ہمرکاب ہوں گے۔ اور آنے والے عذاب سے نجات پائیں گے"۔ اُن کا دلوں کو پتھر کرنا اور لوتھر کی مخالفت پر آمادہ ہونا یہ سب شیطان کے ہتھیار تھے جو کہ وہ اُس پر چلاتا تھا۔ اس کے باوجود لوتھر کا ایمان پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گیا۔ کیونکہ اُس نے اِس راز کو معلوم کر لیا کہ خدا جس کو پیار کرتا ہے اُنہیں تنبیہہ بھی کرتا ہے۔ اور جنہیں مار ڈالتا ہے۔ اُنہیں زندہ بھی کرتا ہے۔ جس سے دُنیا والے اور اُس کا سردار نفرت کرتے ہیں۔ یقیناً مسیح اُس سے محبت کرتا ہے۔ اور انسان اُس کی نظر میں مقبول ہوتا ہے۔ کیونکہ جو دُنیا کے ہیں دُنیا اُنہیں پیار کرتی ہے۔ ہر مصیبت کے وقت وہ بڑے جوش سے یہ پکارتا تھا۔ کہ "مجھے اس سے کچھ غرض نہیں۔ اگر دُنیا مجھے شیطان کے نام سے پکارتی ہے تو مجھے ہرگز اس کی پرواہ نہیں۔ اگر دُنیا مجھے گمراہ کرنے والے کے نام سے موسوم کرتی ہے تو مجھے اِس سے کوئی سروکار نہیں۔ کیونکہ خدا مجھے اپنا فرشتہ اور وفادار جرنیل سمجھتا ہے۔ کیسی خوشی کی

بات ہے۔ کہ فرشتے مجھے اپنا دوست کہتے ہیں اور رسول مجھے اپنا بھائی کہہ کر پکارتے ہیں۔ اور تمام وہ لوگ جو فی الحقیقت وفادار ہیں اور جن کو دنیا والے خدا رسیدہ کہتے ہیں۔ وہ مجھے اپنا باپ سمجھتے ہیں۔ میں خداوند یسوع مسیح کا دامن تھام کر کہتا ہوں کہ میں شکستہ دلوں کے لئے تسکین اور کھوئے ہوؤں کو بچانے والا ہوں۔ اور وہ لوگ جو خدا کے راہ سے بھٹک چکے ہیں۔ اُن کے لئے نور ہوں۔ کتنی بڑی فتح مجھے دنیا پر ہے۔ اور کتنی بڑی تسلّی دُنیا کو میرے سبب سے ہے۔ دیکھو یہ کتنا بڑا نقصان ہے۔ جو دُنیا اپنے لئے کر رہی ہے۔ اس غرض سے کہ وہ میرے نام و نشان کو دُنیا سے مٹا ڈالیں۔ جو کہ صریحاً ایسی دُنیا کے لئے ایک نقصانِ عظیم ہے"۔ یہ نورانی شعاعیں لُوتھر کی رُوح میں ہمیشہ چمکتی رہیں۔ جس سے اُس کی فطرت کی انتہائی گہرائیوں کا پتہ چلتا ہے۔ اُس کی محبّت کی بُنیاد ایمان کی بلند و بالا سخت چٹان پر تھی۔ یہی وہ محبت تھی جس کے زور پر وہ للکار کر کہتا ہے۔ کہ اُس کی بلاہٹ خداوند کے نام پر ہے۔ اس لئے وہ شیر اور زہریلے سانپ کو جان سے ہلاک کرے گا۔ وہ جوان شیر اور اژدہا کو اپنے پاؤں تلے روندیگا"۔ بڑے یقین کے ساتھ وہ یہ لفظ کہتا ہے۔ کہ "میرے اصُولِ تحریک کی تعمیر میری زندگی میں ہوگی۔ اور اس کا انجام میرے مرنے کے بعد ہوگا"۔ یہ وہی قوّت تھی جس سے ہر وقت وہ معمور تھا۔ جس میں بہادروں کی ساری خوبیاں پائی جاتی تھیں۔ اُس کی پرورش قدرتی طور پر ایک بچّے کی طرح ہوئی۔ وہ ظاہر داری اور زیبائشِ زندگی کا قائل اور معتقد نہ تھا۔ لیکن نہایت وضعدار اور خود دار تھا۔ اوائل عمر اور ابتدائے شوق میں وہ کبھی وعظ نہ کرتا تھا۔ جب تک مؤدبانہ فرمائش نہ ہوتی۔ اُس کی جُملہ

کتبِ مسیحیت کے لئے ایک بیش بہا خزانہ ہیں۔ اور اُس کے مختلف مضامین جو اُس نے مسیحیت کے مختلف عنوانات و بیانات میں تحریر کئے۔ مسیحی کتب خانہ میں گوہر آبدار اور جوہر تابدار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ علمی اور رُوحانی نکتہ نگاہ سے اس کی تمام تصانیف ایک بہت بلند پایہ رکھتی ہیں۔ وہ ترجمانِ حقیقت اس بات کا دلدادہ تھا وہ جو کچھ بھی لکھے۔ وہ ہو بہو کلامِ مقدس کے مطابق ہو۔ چنانچہ وہ کہتا ہے "میری تمام تصانیف نذرِ آتش کر دی جائیں۔ اگر وہ کسی شعبہ اور کسی پہلو میں کلامِ مقدس کی جلالی اور بزرگ شان کو کم کریں اور خدا خود اُن کو نیست و نابود کرے۔" وہ گلستانِ حقائق کا باغبان ساری عمر اسی دُھن میں لگا رہا۔ یہ اُس مردِ میدان کا دِل گردہ تھا۔ کہ اُس کی کسی حرکت اور کسی عمل سے یہ ظاہر نہ ہوتا تھا۔ کہ وہ کس مُصیبت میں ہے۔ متعدد خطوط جو وقتاً فوقتاً اُسے غیر ممالک سے آتے تھے۔ اُن میں یہ بات خاص طور پر مرقوم ہوتی تھی۔ کہ وہ اپنی شخصیت کو عام نہ کردے۔ اس پر لُوتھر نے بڑی تنگ نظری سے عمل کیا اور وہ ہمیشہ یہی کوشش کرتا تھا۔ کہ نہ صرف وہ نقل و حرکت بلکہ ہر فعل میں وہ اپنے آپ کو بچے کے قالب میں ڈھالتا تھا۔ یہ بات وہ کلیسیاؤں کو بڑے زور سے سکھاتا تھا کہ وہ بچے کی مانند بنیں۔ وہ ہر ایک سے محبت رکھتا تھا۔ امیر ہو یا غریب چھوٹا ہو یا بڑا۔ اپنا ہو یا غیر با ایں ہمہ تمام.... فرائضِ خانگی کو بھی پورا کرتا تھا۔ دوستوں رشتہ داروں، تمام خونی اور غیر خونی رشتہ داروں اور تعلق داروں سے وہ اپنے تعلقات کو برقرار رکھتا تھا۔ الغرض ناظرین کی ضیافتِ طبع کے لئے ایک خط کا مضمون جو اُس نے اپنے بیٹے کو لکھا تھا سپردِ قلم کیا جاتا ہے۔ جس سے ہر صاحبِ فہم اور ہر ذی ہوش اندازہ کر سکتا ہے کہ وہ دُنیا کے

تمام فرائض کو بھی اسی طرح پُورا کرتا تھا جس قدر دلچسپی وہ تحریکِ اصلاح میں لیتا تھا۔ اس خط میں اُس نے ایک مخصُوص جرمن لفظ کو استعمال کیا۔ جو نہایت آسان، قریب الفہم، سہل الادا اور جامع ہے۔
جس کے معنی مُحبّت اور محبُوب کے ہیں۔ اِس لفظ کے اثر و تاثیر۔ قوّت و جامعیّت کو وہی شخص جانچ سکتا ہے جو جرمن زبان سے واقفیتِ تامہ رکھتا ہو۔ برعکس اس کے وہ الفاظ اور جُملے جو اُس نے اپنے مخالفین کے لئے استعمال کئے نہایت سخت تھے۔ اور اُن سے تو کفر کی مستقل مزاجی اور پختہ ایمانی ٹپکتی ہے۔ چنانچہ ایک خط جو اُس نے کیو ٹو کو لکھا اُس کا مضمُون پیش نظر ہے" میں آپ کی خاطر مرنے کے لئے تیار ہوں۔ لیکن وہ شخص جو میرے ایمان کو چھُوئے۔ وہ میری آنکھ کی پُتلی کو زخمی کرتا ہے"۔ ۱۵۳۸ء کے ایک خط کے مضمُون سے کیسا دلکش اور پُر جوش سبق نکلتا ہے۔ جو کہ اُس نے اپنے ایک دوست کو لکھا کہ "جس طرح ہمارے دُشمن آپس میں ایک دُوسرے سے متحد ہوئے ہیں یگانگت کرتے ہیں۔ اگر ہم اشاعت دا ایمان میں یگانگت کریں۔ تو کیسا ہی اچھا ہو۔ جس طرح ہمارے دُشمن باہمی اتحاد و مُحبّت پر فریفتہ ہیں۔ اگر ہم تبلیغ کے لئے اتحاد کریں۔ تو ہم ہر معاملہ اور ہر شعبۂ زندگی میں مسیح جلیل کو زندہ پائیں گے۔ اگر تمام دُنیا اور اُس کی ساری شان و شوکت میرے ہاتھ سے چھن جائے۔ تو مجھے اس کی پرواہ نہیں۔ لیکن اگر میں خُداوند مسیح کو کھو دوں تو میرے لئے اس سے بڑھ کر اور کوئی بڑا انجام نہیں ہو سکتا۔ اپنے ایمان میں سلامت رہنا میرے نزدیک خُداوند مسیح کو حاصل کرنا ہے۔ میرے لئے کتنا مُشکل معاملہ یہ ہے۔ کہ دُنیا اور دُنیا والوں کی عارضی مُحبّت اور شہرت کو حاصل کروں اور خُداوند یسُوع مسیح کو اپنا

دشمن بنا لوں۔ مسیح کی محبت کی شخصیت میری نظر میں محبت کی تمام یکتائی سے بلند و بالا ہے۔ لوتھر خدا کا ایک چنا ہوا ہتھیار تھا۔ جس کے مقابلہ کا پولوس رسول سے لے کر آج تک کوئی دیدہ ورچمنِ مسیحیت میں پیدا نہ ہوا جو اپنی محبت اور اٹل ایمان کے زور سے انسانی روح کی آبیاری کرے۔ اُس کی مترجمہ بائبل شریف عالمگیر کلیسیاء کے لئے اپنی مثال آپ ہے۔ وہ خود تسلیم کرتا ہے کہ جرمن قوم ہمیشہ اپنے اعتقاداتِ آبائی اور عوامل و مؤثراتِ توارث، کی کورانہ تقلید کرتی ہے۔ اُس کی ہاں ہاں جس میں کسی طرح بھی تخریب و تغیّر کا امکان نہیں۔

اصلاحِ دین کا کام جس طرح لوتھر کی خداوند مسیح سے انتہائی محبت کو ظاہر کرتا ہے۔ اسی طرح یہ بھی حلقۂ نظر کے سامنے آتا ہے۔ کہ وہ ایک سچا اور ایماندار مسیحی تھا۔ اور جس طرح خداوند یسوع مسیح کو معصوم لوگوں کے بھٹکنے اور بے راہ رو ہونے کا غم ہوتا تھا۔ اُسی طرح اُس کے دل سے غم و یاس کے بادل اُٹھتے جو اُس کی زمینِ عمل کے کھیتوں پر موسلا دھار بارش برساتے اور سو گنا پھل لاتے۔

باب دوم

دورِ اصلاح

قوموں کی تاریخ اس امر پر شاہد عادل ہے کہ قومیں جن موثّرات وعوامل کو قبول کرتی ہیں۔ وقتاً فوقتاً اُن میں اصلاح بھی کرتی رہتی ہیں۔ جب کوئی ایسی شے جماعتوں کے سامنے پیش کی جاتی ہے۔ جو اُن کے آبائی اور موجودہ رسُومات ومروّجات سے قدرے مختلف ہوتی ہے۔ تو قومیں جان توڑ کر اُن کی مدافعت کرتی ہیں۔ خواہ وہ سراسر غلط ہی کیوں نہ ہو۔ چنانچہ تاریخِ جدید کے چار مشہور واقعات ہیں:۔

۱۔ وحشی لوگوں کی یورش جس نے جرمن اور رومن تہذیب کے عناصر کو مخلوط ومتشابہ کر دیا اور نئی اقوام کو مسیحیّت کے عالمگیر قانون کے زیر اثر کر دیا؛

۲۔ مذہبی لڑائیوں سے یورپین سوسائٹی کی بنیادیں متزلزل ہوگئیں۔ اور صدیوں کے طریقۂ جاگیرداری پر ایک کاری ضرب لگی۔ جس سے یہ فائدہ ضرور ہوا۔ کہ یورپ کی تمام حکومتیں اور قومیں مُتحد ہو کر منظرِ عام پر آئیں۔

۳۔ مذہبی اصلاح جس سے مذہب کو پاک وصاف کر دیا گیا۔ اور انسانی دل ودماغ کو مُرشدانہ مجاز کی کڑی زنجیروں سے نجات مل گئی؛

۴- یہ کہ انقلابِ فرانس سیاسی یک- مائینت اور یکجہتی کے لئے ایک ہولناک جادو جہد تھی- ہر واقعہ کے ظہور اور اثر پذیر ہونے کے لئے جس طرح چند عوامل قریبیہ اُس کی حیات و ممات کے مددگار ہوتے ہیں- اسی طرح عوامل بعیدہ بھی اثر انداز ہوتے ہیں- جو کہ زمانہ بہ زمانہ عہد بہ عہد اور سطح بہ سطحِ انسانی قلوب و عقول پر اپنا اثر و غلبہ ڈالتے رہتے ہیں- اور ایک وہ زمانہ آتا ہے- کہ دفعتاً انقلاب کا طوفان برپا ہو جاتا ہے- جس کو سب لوگ بلا چون و چرا تسلیم کر لیتے ہیں- چنانچہ ڈی کیوے انقلابِ فرانس کی بابت جو ایک مشہور ترین یادگار ہے- لکھتا ہے- کہ اگرچہ دُنیا کی نظر میں یہ واقعہ اچانک اہلِ فرانس پر آ پڑا- لیکن اگر نظرِ غائر سے اس کے تفصیلی اور حقیقی اسباب و علل پر نظر ڈالی جائے- تو اس کا انکشاف ہو جائے گا- کہ درحقیقت اس کے وقوع کی بنیاد اہلِ فرانس کے اخلاق و شاعر پر تھی جو کہ در پردہ ایک مدّت تک پرورش پاتے رہے- لیکن جب وہ مجسّم صُورت میں عوام و خواص کے سامنے آئے- تو تمام لوگوں کے لئے حیرت و استعجاب کا مُوجب ہوئے یہ وہی مذہبی اصلاحی انقلاب ہے- جس کی تیاریاں تین صدیاں پیشتر سے ہو رہی تھیں- اور تقریباً دس نسلوں اور پشتوں کی لگاتار اور مسلسل کوششوں نے قید و بند کے طوفان سے اس عالم بالا کی کشتی کو ساحلِ انجام تک پہنچایا- اور لوگ ہمیشہ کے لئے پوپ کی آہنی زنجیروں سے آزاد ہو گئے- یہ بات سراسر قانونِ قدرت کے خلاف ہے- کہ یہ غیر متوقع انقلاب انسان پر بیک وقت آ پڑا- جس کا التوا اس سے پیشتر ہو چکا تھا- مختلف اسلوب اور مختلف ذرائع جو اس انقلابِ عظیم کے ستون تھے- جو متعدد صدیوں میں پایۂ تکمیل تک پہنچے- اور وہ محلّات اصلاح جو

ایک مُدت سے در خورِ تعبیر تھے - اس قبیح تحریر کی رُو سے آسمان تعجب سے
سرگوشیاں کرنے لگے - اس لئے بڑا مشکل معاملہ یہ ہے - کہ اُن کو کسی قریب
کے واقعہ سے منسوب کیا جائے - جتنی بھی اس نادر الظہور تحریک کی تحقیق
کی جائے اُتنی ہی کم ہے - جو کہ درحقیقت گزشتہ سے پیوستہ ہے - اس لئے
اس باب میں اُن چند شہرۂ آفاق ہستیوں کا ذکر کر دینا غیر موزوں نہ ہوگا -
جو ادوارِ ماضیہ میں کسی وقت اس ہنگامہ کے دلدادہ رہے - یہ اُنہی سلیم الطبع
حضرات کی دلسوزی کا نتیجہ تھا جو صدیوں سے اس عالمگیر اصلاح کی کوشش
میں سرگرداں تھے - جس کا ماحصل یہ ہے کہ کم از کم تین صدیوں سے
اصلاحِ دین کے وظیفۂ عمل کا دور دورہ ذہن انسان میں ہو رہا تھا -
مآل کار انسان کی زندگی میں وہ دن آیا کہ وہ ایک ایسے چشمے کی مانند
پھوٹ نکلا - جو ایک بہت بلند اور سخت چٹان پر واقع ہے - اور
جہاں سے انسانی نقطۂ نگاہ کے لحاظ سے نکلنا ناممکن ہے - اگرچہ
یہ ماہرینِ علم جوتش کی نظر میں فی الواقع صحیح تھا - لیکن پھر بھی اُن کو
اس کے باور کرنے میں ہچکچاہٹ معلوم ہوتی تھی - لُوتھر کی شعلہ زن
تحریک نے عوام و خواص کو حیرت و استعجاب میں ڈال دیا - میلبنکتھن
جو لُوتھر کے معاصرین میں سے ایک ہے - اور علوم جوتش اور نجوم
میں کاملیت اور جامعیت کا پایۂ رکھتا ہے - اس کے لئے بھی اوّل اوّل
اس کی تقابیر کرنا موت کی وادی میں سے گذرنے کے مترادف تھا
جو اپنے علوم کا اس قدر پابند تھا کہ وہ کسی کام کو شروع نہ کرتا - کسی
سفر کا ارادہ نہ کرتا - اور کسی کارروائی کو عمل میں نہ لاتا تھا - جب تک کہ
اپنے علم کے زور سے اُس دن اُس گھڑی کو نہ جانچ لیتا تھا - وہ نہ صرف

ایک زیرک، اور ذی فہم مُدبّر تھا بلکہ پوپ پاؔل کی طرح ایک دُوربین پادری بھی تھا۔ جب اُس وقت کے حاکم اعلےٰ پوپ بیوؔدہم نے اس اضطراب کی بابت سُنا جو سیکسنی میں نمُودار ہُوا۔ تو اُس نے اس کو زاہدوں کی تکرار و حجت کے نتیجے کے نام سے نامزد کیا۔ باسوآٹ اور والٹیر جو طبعاً ایک دوسرے کے مخالف تھے۔ اُنھوں نے بھی یہی آواز بلند کی۔ جس کی تفصیل حسب، ذیل ہے۔ پہلا اُن میں سے ایک پراٹسٹنٹ طبقہ کے علم الٰہیات کا عالم تھا، اور دوسرا آخری صدی میں آزاد خیال جماعت کا قائدِ اعظم۔ حتےٰ کہ ایک جرمن مصنّف جو کہ ایک مقتدر عالم تھا۔ اُس نے بھی اس تحریک کے متعلّق یہی لکھا کہ یہ اصلاح ایک علمی جھگڑا ہے۔ جس نے ایک سرکش زمانے میں تمام بے چینی اور اضطراب کے مرکز کا کام دیا ہے۔ اگرچہ یہ سچ ہے کہ آگسٹین کے ایک ڈانیکین نامی زاہد نے چند اصُولوں کی بناء پر اس جھگڑے کو شروع کیا۔

اس مذہبی اصلاح کی وسعت اور جوش و خروش نہ صرف جرمنی کی حدُود میں ہی محدُود تھا۔ بلکہ یہ ایک یوروپین تحریک تھی۔ جو بڑی سُرعت کے ساتھ تمام اکنافِ عالم میں پھیل گئی۔ ٹیوٹانک کی اقوام خاص طور پر اس کی لپیٹ میں آگئیں۔ رومن کیتھالک افراد کی عادات و خصائل اور مستقبل پر اس کا بہت گہرا اثر پڑا۔ چُونکہ مذہبی تحریکوں کا اُس جگہ کی سیاسیات پر بھی اثر پڑتا ہے۔ اس لئے یہ مذہبی تحریک سیاسی رُو سے زیادہ مفید اور کارگر ثابت ہوئی۔ گیوزاٹ نے اپنے اس عنوان (یعنی یورپ میں تہذیب کی تاریخ) کے لیکچر میں بڑے عجیب و غریب خیالات پیش کئے ہیں۔ اس تحریک کے متعلق اس کا مطمحِ نظر یہ تھا کہ اس اصلاح

کی غرض و غایت یہ تھی کہ انسانی دماغ کو حکومت کے بندھن سے آزاد کیا جائے۔ یہ ایک غیر معمولی اصلاح کسی اتفاقیہ امر کا نتیجہ نہ تھا۔ بلکہ محض کلیسیائی پاکیزگی کا نتیجہ تھی اور کلیسیائی زنگ خوردہ اصولوں کو مانجھنے کے لئے ایک کوشش تھی جو تمدن سے انسانی دماغ کی ایک خواہش تھی۔ اس تحریک کی غرضِ اصل اور مقصدِ وحید صرف اتنا تھا کہ انسان کی دینی معلومات میں اضافہ کیا جائے۔ لیکن اصلاح کا کوئی پہلو اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ اس کا مقصد اضافہ تھا۔ بلکہ اس کا مقصد اصلاح تھا۔ تاہم اس اصلاح نے مذہب کو بہت سی فروعات سے پاک وصاف کردیا۔ اس وقت مسیحی مذہب دو حصوں میں منقسم ہو گیا۔ ایک طرف رومن کیتھالک اور دوسری طرف پراٹسٹنٹ۔ چنانچہ ایک رومن کیتھالک مصنف بامنیر نامی اس تحریک پر اس طرح رائے زنی کرتا ہے کہ "اس تحریک کی مخالفت کرنا انسان کو الٰہی مادربریت کے درجہ تک لے جانے کے مترادف ہے"۔ بعینہ ایک دوسرا رومن کیتھولک مصنف اس پر اس طرح تنقید کرتا ہے اور براہین و ادلہ سے پایہ ثبوت تک پہنچاتا ہے کہ "اصلاحِ مسیحیات کی تحریک ایک فعل طبعی کی طرح پیدا ہو گئی"۔ قرون وسطہ میں ایم لاربنٹ اپنے سلسلہ وار تاریخی واقعات اس طرح ثابت کرتا ہے کہ مسیحیت میں ایک ایسی چیز پیدا ہو گئی جو کہ مستقبل میں خود ایک حقیقت پیدا کرے گی۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اس کی بنیاد محبت اور خداوند یسوع مسیح کے نقشِ قدم پر ہوگی۔ برعکس اس کے اس سے پیشتر مذہب کا دارومدار پوپ کی شخصی ذات پر تھا جو ایک مذہب کے لئے نہایت خطرناک اور غیر موزوں تھا"۔ اور پراٹسٹنٹ اصولوں پر اس طرح قلم اٹھاتا ہے کہ

یہ پرانے شہر یعنی قوانین و ضوابط کو بالائے طاق رکھتے ہیں۔ اور انسان کو پوپ کے شخصی اثر و رسوخ کی کڑی زنجیروں سے آزاد کرتے ہیں۔ آخر میں ان پیارے الفاظ کو حوالۂ قلم کیا۔ کہ "میں اعتراف کرتا ہوں کہ یہ وہ معیار ہے جس سے مسیحیت اپنے کمال کو پہنچ سکتی ہے۔ بلکہ یہ تحریک کسی حد تک ایک درمیانی منزل کا کام دیتی ہے" ۔

اسی ذیل میں لوتھر خود ایک جگہ رقمطراز ہے۔ کہ ضروری تھا کہ جرمنی میں یہ تحریک پیدا ہوتی۔ کیونکہ اس کی ناپاکیاں اور ریاکاریاں اپنی کمال کی حد کو پہنچ چکی تھیں۔ اور لازم تھا کہ مسیحیت بے ایمانی کا مقصدِ حقیقی اور منبع اصل بن جاتی۔ اور مسیحیان سادگی اور پاکیزگی کی زندگی کو چھوڑ کر عیش و عشرت کے دلدادہ ہو جاتے۔ اور ایک دن وہ آتا کہ یہ زہر بدنِ کلیسیا میں سرایت کر جاتا۔ اور تمام کا تمام مذہب بیکار ہو جاتا اور دیباچۂ زوال ثابت ہوتا۔ نہ صرف اس کا اثر و غلبہ جرمنی تک ہی محدود رہتا۔ بلکہ تمام یورپ اس کا شکار ہو جاتا ۔

میلینکتھن ایک خط میں اپنے ایک دوست کو لکھتا ہے۔ کہ اگر لوتھر اس وقت ظاہر نہ ہوتا۔ اور ذہنِ انسان کو دوسری طرف منتقل نہ کرتا تو بہت عجیب و غریب اور خطرناک شورشیں پیدا ہوتیں جن کا زہریلا اثر تمام دنیا کو اپنا شکار کرتا۔ اس مذہبی اصلاح سے مذہبی احساس کا مادہ پیدا ہو گیا۔ اور رومن کیتھولک کلیسیا کے تنِ خاکی میں از سرِ نو جان پیدا ہو گئی۔ لارینٹ ایک اور جگہ اپنے خیالات و جذبات کو یوں پیش کرتا ہے۔ کہ سولھویں صدی میں مسیحی مذہب بالکل مردہ ہو گیا تھا۔ اور خدشہ تھا کہ اس کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹ جاتا۔ اگر لوتھر بروقت اس کی

قیادت وسیادت نہ کرتا - کیونکہ لوگ اندھادھند بڑی تیزی سے بے ایمانی کی طرف بڑھ رہے تھے - نہ صرف وہ پراٹسٹنٹ تعلیمات کا رہنما ہے - بلکہ وہ رومن کیتھالک عقیدہ کا مُصلح بھی ہے - اور اس طرح ضیافتِ نجات کے لئے وہی قاعدہ استعمال کیا جس کا ذکر بارہا انجیل جلیل میں آیا ہے۔ رومن حکومت کے خاتمہ پر جرمن قوم نے مسیحیت کے تمام تر ضروری ضوابط کو بڑی خندہ پیشانی سے قبول کیا - اگرچہ اس میں بہت سے رومن کیتھالک عقیدہ کے بہت سے اجزا بھی شامل تھے - لیکن بہت سے قدیم رسومات و درجات میں ترمیم کردی گئی - اور بعض کو توسرے سے ناپید کردیا گیا اور اُن کی جگہ دیگر اصُولوں کے مطابق نئے اصُولوں کو رواج دیا گیا - دوسرے انسان کو انسانی قبضہ سے رہا کر کے براہِ راست بارگاہِ الٰہی میں باریاب ہونے کا شرف عطا کیا گیا ؎

عہدِ متوسط میں مذہب کو حکومت سے پیوند کردیا گیا - کیونکہ اُس زمانہ کے عقیدہ کے مطابق حکومت کو خدائی حکومت سمجھا جاتا تھا - اس لئے کلیسیا کی طرزِ عبادت اور دیگر رسُومات کو انتظامِ ملک میں بہت وسیع کردیا گیا - پراٹسٹنٹ تعلیم ان دونوں پہلوؤں میں نمایاں حصہ لیتی ہے - ایک طرف توچند اصُولوں کو قائم کرتی ہے - اور دوسری طرف رومن کیتھالک کے چند مستعملہ عقائد سے انحراف کرتی ہے - ایک طرف وہ پُرانی شریعت سے قطع تعلّق کرتی ہے تو دوسری طرف مسیحیّت کے عالمگیر اصُولوں کو نافذ کرتی ہے - انجام کار بیانات بالا سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ گئی کہ پراٹسٹنٹ تعلیم میں جہاں ارکانِ معقولیّت ہیں وہاں عناصرِ علمیّت بھی ہیں۔ لیکن اگر نظرِ تحقیق سے دیکھا جائے تو مسیحی دماغ کا تعلّق براہِ راست

مسیحیات سے ہو جاتا ہے جو کہ پراٹسٹنٹ تعلیم کی غرضِ اصل اور مقصدِ وحید ہے۔ اور فی الحقیقت یہی وہ بنیاد ہے جس پر یہ مستقل اور عالیشان مسیحیت کے محلات تعمیر کئے گئے۔

اقرارات آگسبرگ

اصلاحی کلیسیا کی یہ خوش نصیبی تھی کہ سلطنت کافی عرصہ اپنی ذاتی الجھنوں کو سلجھانے میں مصروف رہی۔ تخت کے دو دعویدار تھے۔ ایک فرانسس اور دوسرا چارلس پنجم۔ پوپ فرانسس کا طرفدار تھا۔ اس لئے چارلس پنجم کو مجبوراً اصلاحی کلیسیا کی حمایت حاصل کرنی پڑی۔ اور چارلس پنجم نے اس کے عوض ورمس کے دربار میں عام مذہبی آزادی کا اعلان کر دیا۔ کلیسیا نے اس موقع کو غنیمت سمجھ کر اپنے آپ کو منتظم کر لیا۔ مگر واقعات نے پلٹا کھایا اور سیاست کا مطلع صاف ہو گیا۔ چارلس پنجم غالب آیا۔ اور فرانسس کو شکست ہوئی۔ فرانسس کو باجگذاری پر مجبور ہونا پڑا۔ ترکوں کا خدشہ بھی جاتا رہا۔ پوپ روم نے اطاعت قبول کر لی۔ اب چارلس پنجم مطلق العنان تھا۔ اور اُسے اصلاحی کلیسیا کی امداد کی کوئی خاص ضرورت نہ تھی۔ بلکہ برعکس اس کے وہ خواہاں تھا کہ مارٹن لوتھر اور اُس کے پیرو دیگر رعایا کی طرح ہر معاملہ میں خواہ وہ دینی ہوں یا دنیاوی اُس کے تابع فرمان ہوں۔ چنانچہ سپیئر کے دربار میں ۱۵۲۶ء کی مراعات واپس لی گئیں۔ اصلاحی ریاستوں نے اس کے خلاف احتجاج کیا۔ بغاوت یقینی تھی۔ مگر وائنا پر ترکوں کا حملہ آڑے آیا اور مارٹن لوتھر نے ایک محب الوطن کی حیثیت سے لوگوں کو ایک

متحدہ محاذ قائم کرنے کی تلقین کی۔ ایک عرصہ کے لئے سلطنت کی توجہ قومی دشمن کی طرف مبذول ہوگئی۔ مگر یہ عرصہ دیرپا نہ تھا۔

تھوڑے ہی عرصہ کے بعد جب سیاست کا مطلع صاف ہوگیا اور غنیم نے ہزیمت اٹھائی۔ تو چارلس پنجم نے از سرِ نو مسیحیت کو ایک کلیسیا کے زیر دستی حلقہ بگوش کرنے کی کوشش شروع کردی۔ چنانچہ اسی مقصد کو سامنے رکھ کر اس نے آگسبرگ کے مقام پر دربار منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔ جرمنی کے تمام روساء کا اس دربار میں شامل ہونا حکمی تھا۔ چنانچہ تمام اصلاحی کلیسیا کے شہزادے جن میں جان سیکسنی۔ ہیسی کا فلپ اور براناڈنبرگ کے عمر رسیدہ شہزادے جارج شامل تھے۔ شہنشاہ کے استقبال کو گئے۔ رومی کلیسیا کے سربرآوردہ شہزادوں کے ساتھ ان شہزادوں نے شہنشاہ کا خیر مقدم کیا۔ شہنشاہ نے تمام شہزادوں کو حکم دیا کہ وہ کوپس کرسٹی کے جلوس میں شامل ہوں۔ اصلاحی کلیسیا کے شہزادگان نے انکار کردیا اور بزرگ جارج فرمانروائے براناڈنبرگ نے کورنش بجالاتے ہوئے شہنشاہ کی خدمت میں عرض کیا۔ کہ وہ اپنی جان حاضر کرنے کو تیار ہیں۔ مگر اپنے خدا سے انحراف کرنے کو تیار نہیں۔ یہ کہہ کر انہوں نے اپنا سر شہنشاہ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ اور شہنشاہ نے انہیں تسلی دیتے ہوئے اپنے لطف و کرم کا یقین دلایا۔

شہزادہ جان فرمانروائے سیکسنی کی یہ خواہش تھی کہ اپنے اور اپنے تمام ہم مسلکوں کے اعتقادات کا ایک مختصر اور جامع بیان شہنشاہ کی خدمت میں پیش کرے۔ چنانچہ اس غرض کے تحت انہوں نے ٹرگو کے مقام پر لوتھر کو مدعو کیا۔ لوتھر میلینکتھن اور دیگر الٰہیات کے علماء

نے کوبرگ کے مقام پر ۲۵-جون ۱۵۳۰ء کو ان اظہارات کا مضمون تیار کیا - اور اُنہیں آگسبرگ دربار میں پڑھے جانے کی غرض سے بھیجا گیا۔ لُوتھر خود دربار میں پڑھے جانے کی غرض سے بھیجا گیا - مگر وہ دربار میں نہ گیا بلکہ کوبرگ ہی میں رہ گیا۔

یہ اظہارات دربار میں پڑھے گئے - لُوتھر خائف تھا کہ کہیں شہنشاہ کا رُعب درباریوں پر نہ چھا جائے - اور وہ سمجھ نہ کر کے دین سے منحرف نہ ہو جائیں - مگر شہزادگان اور علماء نے اپنے ایمان کا ثبوت اپنی ثابت قدمی سے دیا - اور بے باکانہ شہنشاہ کی خدمت میں اپنے ایمان کا اقرار کیا - ان اظہارات میں اصلاحی کلیسیا کے شرکاء نے یہ ثابت کرنے کی کوشش کی - کہ وہ دین میں رخنہ اندازی کرنا نہیں چاہتے - اور نہ ہی وہ حکومت وقت کے باغی ہیں - جب کسانوں کی بغاوت ہوئی تو مارٹن لُوتھر کو اس کا سرغنہ قرار دیا گیا - اور اس کی تمام تر ذمہ داری اصلاحی کلیسیا پر عائد کی گئی - دینی معاملات میں ظاہر کرنے کی کوشش کی گئی کہ اصلاحی کلیسیا آبائے کلیسیا کی پیروی میں صرف اُنہیں رسُومات کو قائم رکھنے کی ضرورت سمجھتی ہے - جن کی مجازاً مخالفت کتاب مقدس سے نہیں ہوئی اور جن کی موجودگی ایمان کے لئے مہلک نہیں ؛

مارٹن لُوتھر بخلاف دیگر مُصلحین کے کلیسیا میں انتشار پیدا کرنا نہیں چاہتا تھا - بلکہ وہ اس کی یگانگت اور وحدت کو قائم رکھنا فرضِ اولین سمجھتا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ وہ پاپائے روم کی بے پناہ سیادت کو ایک آنکھ نہیں دیکھ سکتا تھا - اور ان رسُومات اور ریاضتوں کو جن کا محض مفہوم

عوام کو وہم پرست بنانا اور ان سے ناجائز روپیہ حاصل کرنا تھا) بھی یک قلم مٹانا چاہتا تھا۔ مگر اس کے ذہن میں کلیسیائے جامع کا تصور تھا۔ اس کی اصلاحات زونگلی کی اصلاحات سے بالکل مختلف ہیں۔ چنانچہ جب بھی سوئٹزرلینڈ کے لوگوں نے دستِ تعاون بڑھایا تو مارٹن لوتھر نے اُسے قبول نہ کیا ؛

اُس وقت کے ماحول پر چھچھلتی ہوئی نگاہ ڈالنے کے بعد ان اظہارات کا نفسِ مضمون پیش کیا جاتا ہے۔ ان اظہارات کو دو حصّوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ حصّہ اوّل ایمان کے متعلّق ہے۔ اور حصّہ دوم میں انتظامی اور کلیسیائی معاملات پر بحث کی گئی۔ حصّہ اوّل میں اکیس شقیں ہیں اور حصّہ دوم میں سات ؛

شق اوّل۔ میں لوتھر کی ہم خیال ریاستیں کلی طور پر جوہرِ الوہیّت کی وحدت اور اقانیم کی تثلیت کے قائل ہونے کا اقرار کرتی ہیں ؛

شق دوم۔ گناہِ ذاتی کے متعلّق ہے۔ اور اس میں اس حقیقت کو تسلیم کیا گیا ہے کہ تمام بنی آدم طبعی طور پر ایک ہی باپ آدم سے گناہ میں پیدا ہوتے ہیں۔ اور اس لحاظ سے ہر وہ انسان جو بپتسمہ اور رُوح القُدس کے ذریعہ سے نئی پیدائش حاصل نہیں کر سکتا۔ ابدی موت کا سزاوار ہے ؛

شق سوم میں مسلّمہ عقیدوں کی تقلید میں خُداوند کے تجسّم۔ اُس کی زندگی۔ اُس کی موت اور اُس کے صعُود اور اُن کے اجر کو جزوِ ایمان قرار دیا گیا ؛

شق چہارم میں مخلصی پر بحث کی گئی ہے اور بتایا گیا ہے۔ کہ خُدا

کی نظر میں انسان اپنے اعمالِ ذاتی کی بناء پر راستباز نہیں ٹھہرتا بلکہ صرف مسیح کی وساطت سے خُدا کے فضل کے تحت راست باز قرار دیا جاتا ہے ؛

پانچویں شک میں یہ بتایا گیا ہے کہ رُوح القدس جو ایمان پیدا کرنے والا ہے، کلام اور سکرامنٹوں کے ذریعہ سے ہمیں عطا ہوتا ہے ؛

چھٹی شک میں بتایا گیا ہے کہ ایمان کا اظہار نیک اعمال سے ضرور ہونا چاہیئے۔ مگر اس امر کا انکار کیا گیا ہے کہ محض اعمال کے طفیل ہم خُدا کے حضور میں راست باز ٹھہر سکتے ہیں۔ اور اس کے ثبوت میں کلامِ مقدس اور اوّلین کلیسیا کے حوالہ جات پیش کئے گئے ہیں ؛

ساتویں شک میں کلیسیا کی وحدت تقدیس اور دوام کو تسلیم کرتے ہوئے اس کی تعریف معتقدین کی جماعت کی گئی ہے۔ جس سے سب "ایماندار" مراد ہیں جن میں انجیل صحیح طور پر سکھائی جاتی ہے۔ اور سکرامنٹ صحیح طور پر ادا کئے جاتے ہیں اور یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ جن جماعتوں میں یہ دو شرطیں پُوری ہوتی ہیں وہ صحیح کلیسیا سے تعلق رکھتی ہیں ؛

آٹھویں شک میں اس امر کی وضاحت کی گئی ہے کہ باوجود محولہ بالا تشریح کے اس زندگی میں بے شمار ریاکار ہیں جن کا ایمانداروں سے جُدا کرنا محال ہے۔ مگر ساتھ ہی اس شق میں اس حقیقت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ کہ کلام اور سکرامنٹ بلحاظ اس امر کے کہ وہ ہمارے خداوند کے احکام ہیں ہمارے لئے کافی ہیں ؛

نویں شک بپتسمہ کے متعلق ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ نجات کے لئے یہ سکرامنٹ کافی ہے اور اس کے طفیل خدا کا فضل ہمیں عنایت

کیا جاتا ہے۔ اس میں بچّوں کے بپتسمہ کو اہم قرار دیا گیا ہے۔ کیونکہ اس سے اُن کا تعارف خُدا کے فضل سے ہوتا ہے ؂

دسویں شک میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ مسیح کا خُون اور جسم حقیقی طور پر عشاء میں موجود ہوتا ہے اور شرکاء میں تقسیم کیا جاتا ہے۔ گیارھویں شک میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ خُفیہ معانی کے دستُور کو سنبھال رکھنا چاہیئے مگر ساتھ ہی گُناہوں کی گنتی کو غیر ضروری قرار دیا گیا ہے ؂

بارھویں شک میں اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کہ وہ گُناہ جن کا ارتکاب بپتسمہ کے بعد ہوتا ہے بھی قابل معافی ہیں ؂

تیرھویں شک میں یہ تعلیم دی گئی ہے کہ سکرامنٹ ہماری مسیحی بلاہٹ کے صرف ظاہری عنوان ہی نہیں بلکہ خدا کی اس مرضی کی جو ہماری جانب ہے نشانی اور شہادت ہیں اور ان کا مقصد ہمیں ایمان کی ترغیب دینا اور اس کو مستحکم کرنا ہے ؂

چودھویں شک میں ہر اُس شخص کو سکرامنٹ دینے اور تبلیغ کرنے کی ممانعت کی گئی ہے جس کی صحیح بلاہٹ نہیں ہے ؂

پندرھویں شک۔ کہ عیدیں اور اسی ذیل کی دیگر تقریبوں کو نجات کے لئے ہرگز ضروری نہیں سمجھنا چاہیئے اور انہیں محض اسی صورت میں برقرار رکھا جاسکتا ہے جبکہ اُن کی ادائیگی میں گُناہ کا عنصر نہ ہو اور کلیسیا کے نظام اور امن میں مخل نہ ہوں ؂

سولھویں شک میں اوباش اور انقلابی بپتسمہ کے مخالفین کے مقابل حکُومتِ وقت کے ردِّ عمل کو جائز ثابت کیا گیا ہے۔ اور جنگ کے جائز ہونے۔ ملکیّت کے صحیح ہونے اور شادی اور حلف کے صحیح ہونے کو

ثابت کیا گیا ہے ؛

سترھویں شک میں قیامت اور جزاء مقدسین کی ابدی خوشی اور شیاطین کی دائمی ذلّت اور سزا کا اعادہ کیا گیا ہے ؛

اٹھارویں شک میں اگرچہ انسانی مرضی کی ترجیح اور عمل کے بارے میں قدرے آزادی تسلیم کی گئی ہے مگر اس امر سے انکار کیا گیا ہے کہ انسان رُوح القدس کے فیضان کے بغیر رُوحانی فرمانبرداری اور نیک اعمال جو خُدا کے حضور پسندیدہ ہوں کر سکتا ہے ؛

انیسویں شک میں بیان کیا گیا ہے کہ گُناہ کے سبب اِنسان بد رُوحوں کی خبیث رُوحوں میں موجود ہے جنہوں نے خدا سے سرتابی کی ؛

بیسویں شک میں مخالفین کے اس اعتراض کے جواب دینے کی کوشش کی گئی ہے کہ لُوتھر کا مسلک منتقی زندگی کے خلاف ہے۔ اور کہ یہ نیک اعمال سے منع کرتا ہے۔ مقدس پولوس اور مقدس اگسٹن کا حوالہ دیتے ہُوئے بتایا گیا ہے کہ خدا کے لُطف و کرم سے ہم محض اپنے خُداوند لیسُوع مسیح کے ثواب کے طفیل بہرہ اندوز ہوتے ہیں۔ اور کہ یہ فضل مُفت ہے۔ اور خُدا کی رسائی اور رُوح القدس کے جاگزین ہونے کے طفیل ہم میں نئے جذبات پیدا ہوتے ہیں جن کا اجر نیک اعمال ہیں ؛

اکیسویں شک میں اگرچہ مقدسین کی مثال تقلید کی اہمیت کو تسلیم کیا گیا ہے۔ مگر کتابِ مقدس کے امتیازی اصُول کو تسلیم کرتے ہُوئے یہ بتایا گیا ہے کہ صرف مسیح ہی واحد درمیانی ہے۔ اور وہی سردار کاہن اور سفارشی ہے۔ اور اس بناء پر مخلوق کے حضور میں جو استدعائیں کی جاتی ہیں انہیں رد کیا گیا ہے۔

حِصّہ اوّل کی آخری شک بائیسویں شک ہے۔ جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ لُوتھر کے مسلک میں کوئی ایسا عقیدہ یا خیال نہیں جو اصُولی طور پر مقدّس نوشتوں یا پُرانی کلیسیا سے مختلف ہے۔ لُوتھری کلیسیا صرف اِن خرابیوں کی مذّمت کرتی ہے جو کلیسیا میں کسی نہ کسی باعث بداعتقادی کے ذریعہ داخل ہو گئی ہیں۔ مُصلحین کا مقصد صرف یہ ہے کہ دخل اندازی کر کے ان خرابیوں کی بیخ کنی کریں۔ اور کلیسیا کو جُملہ داغوں سے صاف کر کے اس کو اصلی شکل پر لے آئیں۔ مگر اُن کا مقصد ہرگز یہ نہیں کہ کسی طرح سے بھی کلیسیا کے معیار کو تبدیل کریں۔

حِصّہ دوم میں ان خرابیوں اور برائیوں کو ظاہر کیا گیا ہے جن کا وجُود لُوتھر اور اُس کے ہم خیالوں اور کلیسیا کے لِئے ضرر رساں ہے۔

حِصّہ اوّل چُونکہ اعتقادات کے متعلّق ہے۔ اس لِئے یہ اپنی ہیئت میں پہلے سے مَوجُود تھا۔ اس تقریب پر محض حِصّہ دوم ہی لکھا گیا اور یہ اوائل موسم بہار ۱۵۳۰ء میں ٹرگو کے مقام پر لکھا گیا جہاں لُوتھر کے مقلّدین الیکٹر سے ملے تھے ؀

حِصّہ دوم

شک اوّل میں جماعتی لوگوں کے دونوں قسم کی عشاء میں شامل ہونے کے حق کو ثابت کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ مقدّس نوشتے اور اوّلین کلیسیا اس کو ثابت کرتے ہیں ؀

شک دوم میں ان تمام اخلاقی کمزوریوں کے اشتباہات کا ذکر کیا ہے۔ جن کا احتمال خادم الدینوں کے مجبُوری مجرّد رہنے سے ہوتا ہے۔ اس میں شادی شدہ زندگی کی توقیر اور عزّت کو ثابت کیا گیا ہے۔

اور مقدس سپرین کا حوالہ دیتے ہوئے بیان کیا گیا ہے کہ وہ لوگ بھی جنھوں نے مجرد رہنے کا اقرار کیا ہے اس کے پابند رہنے پر مجبور نہیں ؛

تیسری شک میں مخالفین کے اس اعتراض کو کہ لوتھری عقیدہ کے لوگ ماس کے قائل نہیں غلط ثابت کیا گیا ہے ۔ اور بتایا گیا ہے کہ اُنہوں نے کبھی بھی ماس کو منسوخ نہیں کیا بلکہ برعکس اس کے لائق عزت کے ساتھ اس کو مناتے ہیں ۔ البتہ چند ایک ضروری ترمیمیں کردی گئی ہیں اور لوگوں کی ہدایت کے لئے چند ایک جرمن گیتوں کا اس میں اضافہ کردیا گیا ہے ۔ لالچ اور برائی کے سدِ باب کے لئے نجی ماسوں کا سلسلہ بند کیا گیا ہے اور اس غلط عقیدہ کو بھی باطل ثابت کیا گیا ہے ۔ کہ ماس مُردوں کے اور غلط عقیدہ کے ذریعے سے مُردوں کے گُناہ بخشے جاتے ہیں ؛

چوتھی شک اقرارات کے متعلق ہے اور بتایا گیا ہے کہ گُناہوں کی گنتی غیر ضروری ہے اور بتایا گیا ہے کہ لوتھری عقیدہ کے مُقلد اسے ضروری سمجھتے ہیں اور عشاء میں شمولیت سے پیشتر اقرارات کو ضروری اور اہم قرار دیتے ہیں ؛

پانچویں شک میں اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کہ بعض غلط فہمی کی بناء پر انسانی زہد و تقویٰ کو نجات اور گناہوں کی معافی کے لئے ضروری سمجھتے ہیں ۔ اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی بتایا گیا ہے ۔ کہ لوتھری عقیدہ کے لئے تادیبِ ذاتی اور نفس کشی کی ممانعت بھی نہیں کرتے اور ان ریاضتوں کے قائم رکھنے کے حق میں بھی ہیں جو عبادت کے لئے مفید ہیں مگر ان کو کافی نہیں سمجھتے ؛

چھٹی شق میں یہ ظاہر کیا گیا ہے۔ کہ مُقدّسین آگسٹن کے زمانہ میں کلیسیا کے تمام ادارے رضاکارانہ تھے اور کہ عہد و پیمان اس وقت شروع ہوئے جب کہ نظام میں خرابی آئی۔ اس شق میں اس خیال کی مذمت کی گئی ہے کہ راہبانہ زندگی بہترین مسیحی زندگی ہے اور شادی کی عظمت ثابت کرنے کے بعد ان خرابیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جن کا احتمال مجرّد ہونے کی حالت میں ہو سکتا ہے ؞

ساتویں شق میں دینی اور دُنیوی اختیارات پر جو ایک عرصہ سے متنازعہ فیہ تھے بحث کی گئی ہے۔ دینی منصب داروں کو رسُولوں کا جانشین قرار دیا گیا ہے اور ان کے اختیارات کلام اور کُنجیوں پر موقُوف ہیں۔ اور ان کا منصب سکرامنٹوں کی صحیح بجاآوری ہے۔ مگر دُنیاوی حاکموں کا منصب یہ ہے کہ وہ رعایا کے جان ومال کے محافظ ہوں اور دُنیاوی شعبہ میں الٰہی احکام کی تعمیل کریں ؞

اظہارات کے ساتھ ایک تتمہ بھی شامل ہے جس میں بتایا گیا ہے۔ کہ محولہ بالا خرابیوں کے علاوہ کلیسیا میں اور بھی بہت سی خرابیاں ہیں مگر اُن کو محض اسی لئے چھوڑا گیا ہے۔ کیونکہ اس موقع پر صرف لُوتھری کلیسیا کو اپنی صفائی پیش کرنا مقصُود ہے اور یہاں صرف اُنہیں امُور کا اجمالی ذکر کیا گیا ہے۔ جن کی بناء پر رومی کلیسیا اُنہیں مُنکرِ دین قرار دیتی تھی ؞

ان اظہارات کے مضمُون کا اگر بغور ملاحظہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ لُوتھر کسی نئی تعلیم کو پھیلانا نہیں چاہتا تھا اور نہ ہی اُس کا یہ مقصد تھا کہ خُداوند یسُوع مسیح کی قائم کردہ کلیسیا میں کسی قسم کی پھُوٹ پڑے۔ اُسے جو اعتراض تھا تو وہ صرف پاپائے روم کی واحد اجارہ داری پر تھا۔ لُوتھر

اس اجارہ داری کو مٹا کر ایمانداروں کی براہِ راست خُداوند سے ملاقات کرانی چاہتا تھا۔ وہ کلیسیا کو ان خرابیوں سے صاف کرنا چاہتا تھا جن میں کلیسیا لِتھڑی ہُوئی تھی۔ وہ چاہتا تھا کہ لوگوں کے لِئے کتابِ مُقدّس مشعلِ ہدایت ہو اور تمام دُنیا اسی ایک گلّہ رہنے کے بھیڑ خانہ کی بن جائے:۔

رومی کلیسیا نے ہر جائز و ناجائز ذریعے سے انجیلی تحریک کو مٹانا چاہا مگر ایمانداروں کی ثابت قدمی میں کسی قسم کی لڑکھڑاہٹ پیدا نہ ہوئی۔ رؤسائے جرمنی نے جو لُوتھر کے مقلّد تھے۔ ان اظہارات کو نہایت بے باکی سے چارلس پنجم کے دربار میں پڑھا۔ اور کلیسیائی مخالفت اور شاہی تہدید اُنہیں لرزا نہ سکی۔ شہنشاہ نے لُوتھر اور اُس کے معتقدوں کو مہلت دی کہ وہ ایک خاص میعاد کے اندر تائب ہو جائیں مگر وہ ثابت قدم رہے۔

اصلاحی کلیسیا آزادرائے کے لِئے آج تک لُوتھر کی مرہُونِ منّت ہے۔ درحقیقت لُوتھر کا ایمان بڑا زبردست تھا اور جتنی بھی شخصیتیں اس سے مُتلّفت ہُوئیں ان میں اُس نے وہی قُوّتِ ایمان پیدا کی۔ یہ تحریک جرمنی میں زور پکڑتی گئی اور ایک عرصہ کے اندر ہی مسیحیّت میں کافی مقبُول ہو گئی۔ لوگوں کے لِئے انجیل کے مسدُود دروازے کھُل گئے اور لوگ الٰہی فیضان سے مستفیض ہو گئے۔ مارٹن لُوتھر کا یہ کارنامہ ایسا نہیں کہ دُنیا اس کو بھُول جائے:۔

پی۔ آر۔ بی۔ ایس پریس میں باہتمام پادری آر۔ گرین سکریٹری پنجاب رلیجس بک سوسائٹی۔
انارکلی لاہور چھپ کر شائع ہوئی:۔